صوت النجف الاشرف

لسماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي دام ظله

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (مستدرک علی الصحیحین للحاکم)

ماہانہ علمی سماجی رسالہ

شمارہ ۷ رجب المرجب ۱۴۳۵ـھ

بانی

سماحة آیة الله العظمیٰ المرجع الدینی الکبیر الشیخ بشیر حسین النجفی

مدیر اعلیٰ

سماحۃ الشیخ علی النجفی

انتظامی مدیر

شیخ قیصر عباس

نظارت

سید تنویر عباس رضوی

سید نسیم نقوی

معاون

شیخ محمد تقی ہاشمی

شیخ محمد مجتبیٰ نجفی

تزیین و آرائش و سرورق

بھاء کنانی

فوٹو گرافر

حسین الجبوری

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

00923125197082

اپنی تجاویز دینے کے لئے ہمیں ای میل کریں۔

Email:m.urdu@alnajafy.com

009647601601182

صوت النجف الاشرف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

فہرست

4 حضرت علی علیہ السلام کتبِ اہل سنت میں

14 توحید در خالقیت (حصہ دوم)

16 فضائل علی علیہ السلام بزبان علی علیہ السلام

18 علی علیہ السلام اور اتباع رسول الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

02 مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

لباس اور شکل و صورت

میرے بچوں خاص طور پر کالج اور یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے والے بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے واجب ہے کہ وہ شریعت مقدس کی حدود و قوانین کی پابندی کریں ان کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا لباس پہنیں یا کوئی ایسا کام کریں کہ جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

واجب ہے کہ ہر اس کام سے پرہیز کیا جائے جو مؤمن کی اہانت اور اسے صحیح راستے سے دور کرنے کا سبب بنے۔

میری مومنہ بیٹیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر اس کام سے دور رہیں جو ان کے لئے شریف خواتین کے راستہ سے نکلنے،ان کی توہین وبے حرمتی اور فسق وفجور کا باعث بنے، خواتین کیلئے واجب ہے کہ وہ مغرب کی اندھی تقلید میں بے ہودہ لباس نہ پہنیں، پس خواتین کے لئے ایسا لباس پہننا حرام ہے کہ جس میں عورت کی جسمانی ساخت اور ڈھانچہ نظر آئے۔

اسی طرح مرد کے لئے بھی ایسا لباس پہننا حرام ہے جو اس کی شرمگاہوں کو نہ چھپائے۔ میرے نوجوان بچوں کے لئے ضروری ہے کہ خوفِ خدا اور تقوی کو اپنا دستور و شیوہ قرار دیں، درس وتدریس کو مکمل اہمیت دیں، اخلاقی تہذیب اور صحیح اسلامی سیرت و کردار پہ کاربند رہیں۔ میں کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ بے ہودہ مغربی لباس پہنے کہ جس کی وجہ سے انسان کی عزت اور قدر ومنزلت ختم ہو جاتی ہے اور وہ متوازن راستہ کو کھو بیٹھتا ہے۔

میں نہیں جانتا کہ کیوں ہمارے جوان مغربی کافر کی بیہودہ اور قبیح کاموں میں پیروی کرتے ہیں اور تعلیم کے حصول اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں نئی نئی ایجادات اور انکشافات کرنے کے بارے میں نہیں سوچتے تاکہ اپنی مفقود قدر ومنزلت کو حاصل کریں۔ اگر مغرب کی تقلید کرنی ہی ہے تو ان کی ترقی اور ٹیکنالوجی میں تقلید کریں، علوم کے ذریعے تمام دنیا پر قبضہ کرنے میں ان کی تقلید کریں نہ کہ بے ہودہ کاموں میں۔

ہم تمام کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب قول و فعل کے ذریعے امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی دعا میں موجود کلمات پر عمل کریں

حضرت علی علیہ السلام کتبِ اہل سنت میں

قَالَ النَّبِىُّ - صلى الله عليه وسلم - لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّى وَأَنَا مِنْكَ۔

(صحيح البخارى فضائل الصحابة باب مَنَاقِبُ عَلِىِّ بْنِ أَبِى طَالِبٍ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - « لأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ - أَوْ لَيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ - غَدًا رَجُلاً يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ - أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ - يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ ۔ فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوهُ ، فَقَالُوا هَذَا عَلِيٌّ . فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ

(صحيح البخارى فضائل الصحابة باب مَنَاقِبُ عَلِىِّ بْنِ أَبِى طَالِبٍ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقینا کل میں علم ایسے مرد کو دوں گا کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہوں گے اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا (اصحاب کہتے ہیں) کہ ہمیں علی کی امید نہ تھی پھر لوگوں نے کہا کہ یہ تو علیؑ ہیں پس رسول اللہ ﷺ نے علیؑ کو علم عطا کیا اور اللہ نے علیؑ کے ہاتھ پر فتح عطا کی۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي۔

(صحيح البخارى كِتَاب الْمَغَازِي بَاب غَزْوَةِ تَبُوكَ)

رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف نکلے اور علی علیہ السلام کو اپنے پیچھے جانشین بنا دیا تو علی علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ مجھے بچوں اور خواتین میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہارا مقام میری نسبت سے وہی ہے جو ہارون کا موسیٰ سے تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ - رضى الله عنه - أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ ، فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلاَةَ أَخَذَ بِيَدِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِي هَذَا صَلاَةَ مُحَمَّدٍ - صلى الله عليه وسلم - . أَوْ قَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلاَةَ مُحَمَّدٍ - صلى الله عليه وسلم

(صحيح البخارى الأذان باب إِتْمَامِ التَّكْبِيرِ فِى السُّجُودِ)

مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے ایک دفعہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی پس علیؑ جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو تکبیر کہتے جب نماز ختم ہوئی تو عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ آج کی نماز نے مجھے محمد ﷺ کی نماز یاد دلا دی۔

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ ائْتِ عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنِّي۔

(صحيح مسلم كِتَاب الطَّهَارَةِ بَاب التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ)

شریح بن ھانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے موزوں پر مسح کرنے کے حکم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ علیؑ کو بلاؤ بیشک وہ مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

علم غیب (حصہ چہارم)

شیخ ناصر عباس نجفی

تیسری دلیل: آئمہ معصومین علیھم السلام کے علم غیب پر روایات کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے جو یہ دلالت کر رہا ہے کہ آئمہ معصومین علیھم السلام غیب کا علم رکھتے تھے۔ ان میں سے چند ایک کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

ا: امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

واللہ لو شئت ان اخبر کل رجل منکم بمخرجه و مولجه و جمیع شانه لفعلت و لکن اخاف ان تکفروا فیّ برسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم الا و انی مفضیه الی الخاصة ممن یؤمن ذلک منه و الذی بعثه بالحق و اصطفاه علی الخلق ما انطق الا صادقا وقد عهد الی بذلک کله و مهلک من یهلک و منجی من ینجو مآل هذه الامر و ما ابقی شیئا یمرّ علی راسی الا افرغه فی اذنیّ وافضی به الیّ۔ (خطبه ۱۷۵ نهج البلاغة)

خدا کی قسم اگر میں بتانا چاہوں تو میں ہر شخص کو بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہاں جانا ہے اور اس کے پورے حالات کیا ہیں لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم مجھ میں (کھو کر) پیغمبر سے کفر اختیار کرلو گے البتہ میں اپنے مخصوص دوستوں تک یہ چیزیں ضرور پہنچاوں گا جن کے بھٹک جانے کا اندیشہ نہیں اس ذات کی قسم جس نے پیغمبر کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور ساری مخلوقات میں سے ان کو منتخب فرمایا میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام چیزوں اور ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت اور نجات پانے والوں کی نجات اور اس امر (خلافت) کے انجام کی خبر دی ہے۔اور ہر وہ چیز جو سر پر گذرے گی اسے میرے کانوں میں ڈالے اور مجھ تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔

۲: قال الامام الصادق علیہ السلام یا مفضل من زعم ان الامام من آل محمد یعزب عنہ شی من الامر المحتوم فقد کفر بما نزل علی محمد و انا لنشهد اعمالکم ولایخفی علینا شی من امر کم و ان اعمالکم لتعرض علینا۔ (مشارق انوار الیقین ص۱۳۸)۔

اے مفضل جس نے بھی یہ گمان کیا کہ آل محمد علیھم السلام کے کسی امام سے خدا کا حتمی امر غائب ہے تو اس نے ان تمام چیزوں کا انکار کیا جو محمدؐ

مخفی نہیں اور تمہارے اعمال ہمارے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

۳: قال الامام الصادق علیہ السلام "واللہ لقد اعطینا علم الاولین والآخرین۔

خدا کی قسم ہمیں اولین وآخرین کا علم دیا گیا ہے۔

آپؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے پوچھا مولا میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا آپ کے پاس علم غیب ہے؟

فقال لہ علیہ السلام ویحک انی اعلم ما فی اصلاب الرجال و ارحام النساء ویحکم وسِّعوا صدورکم و لتبصراعینکم و لتع قلوبکم فنحن حجۃ اللہ فی خلقہ و لن یسع ذلک الاصدرکل مومن قوی قوتہ کقوۃ جبل تھامۃ الا باذن اللہ واللہ لو اردت ان احصی لکم کل حصاۃ لا خبرتکم۔(مناقب آل ابی طالب ج ۳ ص ۳۷۴)

امام صادق علیہ السلام نے کہا بربادی ہو تیری میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ مردوں کے صلب میں کیا اور شکم مادر میں کیا ہے، اپنے سینے وسیع کرو اپنی آنکھوں کو کھولو اپنے دلوں کو بصیرت دو ہم مخلوق خدا میں اللہ کی حجت ہیں اور ان تمام باتوں کی صلاحیت کوئی نہیں رکھتا مگر وہ پختہ دل مومن اللہ کے اذن سے انہیں متحمل ہوسکتا ہے جسکے دل کی قوت جبلِ تہامہ کی قوت جیسی ہو، خدا کی قسم اگر میں چاہوں کہ زمین میں موجود ہر کنکر کو شمار کرکے تمہیں اس کی تعداد بتاؤں تو کر سکتا ہوں۔

محترم قارئین:

اس قسم کی بہت زیادہ روایات ہیں جن کو شمار کرنا انتہائی مشکل ہے۔لیکن اجمالی طور پر ہم ان مضامین کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن کو یہ روایات اپنے اندر سمیٹے ہوئی ہیں۔

۱: کوئی بھی آسمانی علم ان کی نگاہوں سے مخفی نہیں ہے۔ اس کی خبریں بھی دیتے ہیں اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتے ہیں۔

۲: آلؑ محمد کو گذشتہ اور قیامت تک آنے والے واقعات کا علم ہے۔

۳: ان کے پاس ایک صحفیہ ہے جس میں اہل جنت و اہل جہنم کے نام درج ہیں۔

۴: دلوں میں پوشیدہ باتوں کو جانتے ہیں اور انسان اپنے نفس کے ساتھ جو کلام کرتا ہے اسے بھی جانتے ہیں۔

اس کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے حسین علیہ السلام کے قتل کی خبر دی اور اسی طرح یہ بھی خبر دی کہ میری بیٹی سیدہ زہراءؑ کے اوپر میرے بعد کیا مظالم ہونگے۔

اسی طرح امام حسین علیہ السلام کا اپنی شہادت کی خود خبریں دینا ان کے علم غیب پر واضح و روشن دلیل ہے۔

ان تمام واضح دلیلوں سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کو خدا نے اپنے علم کثیر سے علم غیب عطا کیا ہے۔

چوتھا نکتہ:

علم غیب کے موضوع پر چوتھا نکتہ یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے آیات قرآنی اور روایات سے استدلال کیا ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی بھی علم غیب نہیں رکھتا۔سب سے پہلے ان کے استدلال کو پیش کیا جائے گا اور پھر یہ بحث ہو گی کہ ان کا استدلال درست ہے یا نہیں؟

سب سے پہلے ان آیات قرآنی کو پیش کرتے ہیں جن کے ذریعہ انہوں نے استدلال کیا ہے کہ علم غیب فقط خدا کے ساتھ خاص ہے۔

۱: قل لا اقول لکم عندی خزآئن اللہ ولا اعلم الغیب" (الانعام آیت ۵۰)

خدا وند عالم نے رسولؐ خدا کے کلام کی حکایت کرتے ہوئے کہا (اے میرے حبیبؐ) "کہہ دیجئے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔

۲: قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شا اللہ ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوٓء" (الاعراف،آیت۱۸۸)

اے میرے حبیبؐ) کہہ دیجئے میں خود بھی اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچتی۔

۳: ولا اقول لکم عندی خزآئن اللہ ولا اعلم ا للغیب ولااقول انی ملک (ھود،آیت ۳۱)

(حضرت نوحؑ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا) اور میں تم سے نہ تو یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا کہ میں فرشتہ ہوں

اس استدلال کا جواب دینے سے پہلے ایک تمہید کا بیان کرنا ضروری ہے۔

منکرین نبوت اس بات پہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کوئی بھی انسان نبوت کے عہدے پر اس وقت تک فائز نہیں ہوسکتا ہے جب تک اس کے اندر دو خصوصیات نہ پائی جائیں۔

۱۔کائنات کے اندر تکوینی تصرف کرنے کی قدرت ہو۔تکوینی تصرف سے مراد یہ ہے کہ وہ خارق العادۃ چیزوں پر قادر ہو جیسے مردے کو زندہ کرنا اور بیماروں کو شفادینا وغیرہ۔

۲۔غیب کا علم رکھتا ہو۔

اور قرآن اس حقیقت کو بیان کرہا ہے کہ منکرین نبوت نے یہ دونوں خصوصیات نبی اکرمؐ کے سامنے رکھیں کہ ہم آپؐ کی نبوت کے تب قائل ہونگے جب آپؐ کائنات میں تکوینی تصرف کرکے دکھائیں اور غیب کی خبریں دیں جیسے ان آیات مجیدہ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الاء نھار تفجیرا۔او تسقط الالسماء کمازعمت علینا کسفااو تا تی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابانقرءہ" (الاسراء،۹۳،۹۲،۹۱،۹۰)

اور کہنے لگے ہم پر ایمان نہیں لاتے جب تک آپ ہمارے لیئے زمین کو شگافتہ کرکے ایک چشمہ جاری نہ کریں یا آپ کیلئے کھجوروں اور انگوروں کا ایسا باغ ہو جس کے درمیان آپ نہریں جاری کریں یا آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادیں جیسا کہ خود آپ کا گمان ہے یا خود اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئیں یا آپ کیلئے سونے کا گھر ہویا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک آپ ہمارے لئے ایسی کتاب اپنے ساتھ اتارنہ لائیں جسے ہم پڑھیں

جب انہوں نے انبیاءؑ سے اتنی زیادہ توقعات کیں تو انبیاءؑ نے جواب میں فرمایا جسکو قرآن نے ان الفاظ میں حکایت کی ہے "میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اورنہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

یعنی انبیاءؑ نے کہا کہ جن فضائل وکمالات کے دعویٰ کرنے کی تم ہم سے توقع رکھتے ہو ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے ہیں بلکہ ہم تو فقط خدا کی رسالت کے ہی دعویدار ہیں یہ تمہارا گمان ہے رسولؐ اپنی طرف سے فقیر کو غنی کر دیتا ہے، بیمار کو شفا دیتا ہے، مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور زمین و آسمان میں تصرف کرسکتاہے اور اپنی طرف سے غیب کا بھی مالک ہے ہر وہ چیز جو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہے اس پر مطلع ہو سکتا ہے اور علم غیب کی مدد سے اپنے لئے فوائد جمع کرتا ہے اور مستقبل میں آنے والی ہر برائی کو ٹال دیتا ہے۔یہ ساری توقعات غلط ہیں ہم انبیاء سوائے رسالت کے کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتے اور انبیاء کے اس جواب کی تائید خود قرآن میں موجود ہے فرمایا:

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرارسولا۔"(الاسراء آیت ۹۳)

"اے میرے حبیبؐ کہہ دیجئے پاک ہے میرا رب میں تو صرف پیغام پہنچانے والا انسان ہوں۔"

اور قرآن مجید نے الٰہی نمائندوں کے لئے دو خصوصیتوں کو متعارف کروایا (۱)بشریت (۲)رسالت۔اور الٰہی نمائندے میں ان دوخصوصیتوں کا ہو نا ذاتی طورپر یہ تقاضہ نہیں کرتا ہے کہ وہ غیب کا عالم بھی ہو اور کائنات میں تکوینی تصرف پر بھی قادر ہو لیکن خداوند عالم کی ذات میں یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کا عالم ہے۔

(المیزان فی تفسیر القرآن،ج۱۰،ص۱۹۰)

تفسیر المراغی کے مصنف احمد مصطفیٰ المراغی ان آیات کے ذیل میں کہتے ہیں کہ "رسول خداؐ کا اُپنی ذات سے ان دو چیزوں کی نفی کرنا (کہ وہ اللہ کے خزانوں کا مالک ہے اور غیب جانتا ہے)اس لئے ہے کہ اگر رسولخداؐ ان چیزوں کا دعویٰ کرتے تو لوگ کہتے رسول خداؐ نے خدائی کا دعویٰ کرلیا ہے اور وہ صفات جو قادر مطلق ذات کیلئے ہیں ان کو اپنے لئے اپنا لیا ہے"۔

(تفسیر المراغی۔ج۳،ص۵۷)

اس طویل تمہید کی روشنی میں ہم کہتے ہیں کہ وہ آیات جو انبیاءؑ سے علم غیب کی نفی کرتی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ نبیؐ اور رسولؐ کے اندر بشریت والی خصوصیات ان کیلئے علم غیب کا تقاضا نہیں کرتی۔علم غیب،بشریت اور رسالت کے لوازمات میں سے نہیں ہے اور یہ بات اس کے منافی نہیں ہے کہ خدا اپنے پسندیدہ اور برگزیدہ بندوں میں اپنے اذن اور ارادے سے علم غیب عطا کردے۔

اور اسی بات کی طرف علامہ محمد حسین طباطبائیؒ نے اشارہ کیا ہے کہ "جن آیات قرآنی میں انبیاءؑ سے علم غیب کی نفی کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ علم غیب انبیاءؑ کی طبیعت اور انکی فطرت میں داخل نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف سے یہ فیض اور عطا ہے خلاصہ جواب یہ ہو اکہ وہ آیات جو غیر خدا کیلئے علم غیب کی نفی کرتی ہیں وہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کررہی ہیں کہ غیر خدا کی طبیعت ان کے عالم غیب ہونے کا تقاضا نہیں کرتی اور قطعاً یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ نہیں کررہی ہیں کہ غیر خداکے پاس علم غیب نہیں بلکہ ان کے پاس خدا کی طرف سے عطا شدہ غیب کا علم ہے۔

دوسرا استدلال:

بعض لوگوں نے کچھ روایات کا سہارہ لیتے ہوئے اہل بیتؑ سے علم غیب کی نفی کی ہے چند روایات پیش خدمت ہیں پھر ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

(۱)ابن ابی عمر نے ابن المغیرہ سے روایت کی ہے،وہ کہتا ہے "کہ میں اور یحیٰ بن عبداللہ ابن الحسن امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں تشریف فرما تھے یحیٰ نے کہا میرے آقا میں آپ پر قربان جاؤں لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپؑ علم غیب رکھتے ہیں؟

فقال۔"سبحان اللہ ضع یدک علیٰ راء سی فواللہ مابقیت فی جسد شعرت ولا فی راء سی الاقامت" قال ثم قال "لاواللہ ماھی الا روایت عن رسول اللہ"

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا۔"سبحان اللہ میرے سر کے اوپر ہاتھ رکھو اور دیکھو کہ میرے سر اور جسم پر کوئی بال نہیں رہا جو تمہاری بات سن کر کھڑا نہ ہواہو"۔پھر فرمایا۔"نہیں خدا کی قسم!ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ فقط رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں۔"

(۲)ابو بصیر سے مروی ہے کہ "میں نے امام صادقؑ سے کہاکہ لوگ کہتے ہیں۔امامؑ نے کہا کہ لوگ کیاکہتے ہیں؟ ابو بصیر کہتا ہے میں نے کہالوگ کہتے ہیں کہ امامؑ بارش کے قطروں اور ستاروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد جانتے ہیں اور سمندر کے پانی کاوزن اور مٹی کے ذرات کی تعداد جانتے ہیں۔امامؑ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلندکیا اور کہا:

"سبحان اللہ سبحان اللہ لا واللہ ما یعلم ھذا الااللہ"

"سبحان اللہ سبحان اللہ نہیں خدا کی قسم!خدا کے علاوہ یہ سب کچھ کوئی نہیں جانتا۔"

ان روایات کے تین جواب ہیں:

(۱)سب سے پہلے یہ کہ یہ روایات اتنی کم مقدار میں ہیں کہ جن کی تعداد ایک ہاتھ کی انگلیوں کی تعداد سے نہیں بڑھتی۔اور یہ بات اپنے محل علمی میں طے ہے کہ جب ادلہ کے درمیان تعارض اور ٹکراؤ ہو جائے تو وہ ادلہ جو قطعی ادلہ ہیں جیسے آیات قرآنی اور روایات متواترہ کے ساتھ متعارض ہوں انہیں حجت اور معتبر نہیں سمجھا جاتا۔اور گزشتہ اقساط میں آیات قرآنی اور متواترہ روایات کے ذریعہ ثابت کیا جا چکا ہے خدا کے علاوہ کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جنہیں خدا نے اپنی خاص حکمت اور مصلحت کے تحت علم غیب سے نوازہ ہے۔لہٰذا ان قطعی دلیلوں کے مقابلے میں چند غیر قطعی روایات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

(۲)اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ چند روایات قطعی ہیں تو وہ روایات جو غیر خدا سے علم غیب کی نفی کرتی ہیں اور وہ روایات جو غیر خدا کیلئے علم غیب کو ثابت کرتی ہیں ان میں کسی قسم کا ٹکراؤ نہیں ہے کیونکہ پہلی قسم کی روایات زیادہ سے زیادہ یہ کہہ رہی ہیں کہ اہل بیتؑ کا علم غیب ذاتی اور مستقل نہیں ہے۔اور یہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا علم ذاتی اور مستقل نہیں ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتاکہ ان کے پاس اصلا علم غیب ہے ہی نہیں اگرچہ ان کے پاس ذاتی اور مستقل علم نہیں لیکن خدا کی طرف سے تعلیم شدہ علم غیب ضرور ہے۔

اور علامہ مجلسیؒ نے اس بات کی تائید کی ہے کہ نبیؐ اور آئمہ معصومینؑ میں غلو اس وقت ہوتا ہے جب کوئی یہ کہے کہ وہ خدا ہے یا خدا کی معبودیت میں شریک ہیں یا یہ دعویٰ کرے کہ آئمہ معصومینؑ خدا کی طرف سے وحی اور الہام کے بغیر غیب کا علم رکھتے ہیں۔(بحارالانوار،ج۵۲،ص۳۹۲)

پڑوسی کے حقوق (حصہ دوم)

الشیخ ضیغم مہدی نجفی

احادیث مبارکہ میں پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت

پڑوسی کے حقوق اور ان کی تعظیم کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیں :

أَحْسِنْ مُجَاوَرَةَ مَنْ جَاوَرَكَ تَكُنْ مُؤْمِنا

اپنی پڑوسیوں کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آؤ تاکہ مومن بن سکو۔ الأمالی (للصدوق) ص۲۰۱

حُرْمَةُ الْجَارِ عَلَى الْإِنْسَانِ كَحُرْمَةِ أُمِّه

پڑوسی کا احترام ماں کے احترام کی طرح ضروری ہے ۔(مکارم الأخلاق ؛ ص۱۲۶)

مَا تَأَكَّدَتِ الْحُرْمَةُ بِمِثْلِ الْمُصَاحَبَةِ وَ الْمُجَاوَرَة

دوستوں اور پڑوسیوں کے احترام کی طرح کسی احترام کی تاکید نہیں کی گئی۔(عیون الحکم و المواعظ (للیثی) ؛ ص۴۷۶)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص مَنْ آذَى جَارَهُ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ رِيحَ الْجَنَّةِ- وَ مَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيرُ وَ مَنْ ضَيَّعَ حَقَّ جَارِهِ فَلَيْسَ مِنَّا وَ مَا زَالَ جَبْرَئِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُه

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو بندہ اپنے پڑوسی کو اذیت دیتا ہے خدا ااس پر جنت کی خوشبو کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور جس نے اپنے پڑوسی کے حق کو ضائع کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔ پڑوسیوں کے بارے میں جبرائیل امین نے مجھے اتنی تاکید کی کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ وہ پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث بنا دیں گے (الأمالی (للصدوق) ؛ النص ؛ ص۴۲۸)

تاریخ انسانیت کے تجربات گواہ ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں سے اچھے تعلقات رکھتا اور ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے آغوش محبت پھیلائے رہتے ہیں اپنی محبت اور اس کے احترام کا ثبوت دینے کے لئے اس کی خدمت کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور اس پر قربان رہنے کے لئے تیار رہتے ہیں اسی لئے اس کے پڑوسیوں میں اضافہ ہوجاتا ہے اور اس کے تعلقات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا ہے ۔

پڑوسیوں کے ساتھ نیک برتاؤ کے اور بھی بے شمار فوائد ہیں مثلاً اس سے

رزق اور عمر میں اضافہ ہے آبادی اور ترقی کی راہیں کھلتی ہیں ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ :

حسن الجوار یزید فی الرزق، و قال حسن الجوار یعمر الدیار و یزید فی الأعمار

پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور بستیاں آباد اور عمر بڑھتی ہے ۔ (تفسیر الصافی ؛ ج۱ ؛ ص۴۴۹)

ایک روایت میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

مِنْ فَضْلِ طَعَامِكُمْ وَ مِنْ فَضْلِ تَمْرِكُمْ وَ رِزْقِكُمْ وَ خَلَقِكُمْ وَ خِرَقِكُمْ تُطْفِئُونَ بِهَا غَضَبَ الرَّب

اپنے اضافی کھانے یا زائد کھجوروں اور زائد درھم و دینار یا روپیہ یا اخلاق اور لباس کے ذریعے سے تم غضب الٰہی کو خاموش کر سکتے ہو۔

(وسائل الشیعۃ ؛ ج۱۷ ؛ ص۲۰۹)

اس حدیث شریف میں غریب اور نادار پڑوسیوں کا خیال رکھنے کی اتنی تاکید ہے کہ کم از کم جو کھانا یا لباس وغیرہ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو اس سے ان کی امداد کرو تاکہ تمہارے اس نیک اخلاق سے ان کے دل میں تمہاری محبت پیدا ہو جائے۔

ہمارے بہت سے علماء نے پیغمبر اکرم ﷺ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اسلام کے دوسرے آداب اور اخلاق کی طرح پڑوسیوں کا خیال رکھنے کے بارے میں بھی اعلیٰ مثالیں پیش کیں ہیں جس کا ایک نمونہ حاضر خدمت ہے :

فقیہ کبیر سید جواد آملی نے اپنا ایک قصہ یوں بیان فرمایا ہے کہ ایک دن میں گھر پر رات کا کھانا کھا رہا تھا تو کسی نے میرا دروازہ کھٹکٹایا میں نے دروازہ کھولا تو کیا دیکھا کہ میرے استاد علامہ بحر العلوم کا خادم آیا ہے اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کے استاد نے آپ کو ابھی طلب کیا ہے اور جب تک آپ نہ پہنچ جائیں گے وہ کھانا نہیں کھائیں گے۔

چنانچہ میں نے فوراً لباس پہنا اور تیزی سے ان کے گھر پہنچ گیا جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو ان کے چہرے پر غصے کے آثار نمایہ تھے اور انہوں نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا تم کو خدا کا خوف نہیں ہے ؟ کیا خدا سے حیا نہیں کرتے ہو؟ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ میں نے آخر کیا غلطی کی ہے ؟

انہوں نے فرمایا تمہارے پڑوسی کو ایک ہفتے سے کھانا نصیب نہیں ہوا اور وہ دکان سے بالکل سستی کھجوریں ادھار لے کر کھا رہا تھا اور آج دکان دار نے قرض کی زیادتی کی بنا پر اسے کھجوریں ادھار دینے سے بھی منع کر دیا ہے اور آج رات وہ بالکل بھوکا ہے ۔

میں نے عرض کی اے استاد محترم خدا کی قسم مجھے ہر گز اطلاع نہیں تھی اگر مجھے اس کی خبر ہوتی تو میں ضرور اس کی امداد کرتا ۔

استاد نے کہا کہ مجھے یہی افسوس ہے کہ تمہیں اپنے پڑوسیوں کا حال بھی معلوم نہیں ہے کس طرح انہوں نے سات دن بھوکے رہ کر گزار دیے ہیں اور تم کو خبر بھی نہ ہوئی اور اگر تمہیں معلوم ہوتا اور اس کے بعد بھی تم کچھ نہ کرتے تو پھر تم مسلمان بھی نہ رہتے بلکہ یہودی ہوتے ۔

اس کے بعد استاد نے اپنے خادم کو کھانے سے بھری ہوئی ایک ڈش اٹھانے کا حکم دیا اور مجھ سے کہا کہ میں اس کے ساتھ یہ کھانا لے کر اپنے پڑوسی کے گھر جاؤں اور اس سے کہوں کہ آج رات میں آپ کے ساتھ کھانا کھانے آیا ہوں اور یہ بھی کہا کہ یہ کچھ رقم لے جاؤ اور انہیں اس کے تکیے کے نیچے رکھ دینا۔

یہ واقعہ گواہ ہے کہ سید بحر العلوم صرف اپنے ہی پڑوسیوں کی خبر گیری نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں اپنے شاگردوں کے پڑوسیوں کا بھی خیال تھا۔

(آداب اسلامی ج۱ص۵۵، گروہ مصنفین حوزہ علمیہ قم)

پڑوسی سے حسن سلوک کی مختلف صورتیں

عمومی طور پر پڑوسی یا ساتھی سے اچھے سلوک سے مراد ان کی خبر گیری کرنا ،ان کے دکھ درد میں کام آنا ، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا انہیں کسی بھی قسم کی تکلیفیں پہنچانے سے گریز کرنا وغیرہ کرنا شامل ہیں ۔ لیکن ہم حسن سلوک کے کچھ نمونے قارئین کی خدمت میں وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں :

حضرت ابو ذر الغفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ذر جب تو سالن پکائے تو اس کے شوربہ کو زیادہ کرنا اور اپنے پڑوسی کی خبر گیری کرنا ۔ (صحیح مسلم ج ۳ حدیث ۲۱۹۱)

چنانچہ ایک طریقہ یہ ہے کہ اچھے تعلقات قائم کرنے کے لئے پڑوسی کو مناسب موقع پر تحفے تحائف بھیجیں جائیں اور بھیجنے میں پڑوسی یا ساتھی کی پسند اور ذوق کا خیال رکھا جائے آج کل کے دور میں تحفوں کی بے شمار اقسام ہیں جیسے کوئی اچھا سا گفٹ پیک کرا کر بھیجنا کسی کے بچے کو کچھ پیسے وغیرہ دے دینا۔

کچھ اور ممکن نہیں تو گھر میں پکا ہوا کھانا ہی پڑوس میں بجھوا دیا جائے سب سے آسان تحفہ مسکراہٹ سے کیا گیا سلام ہے جو پڑوسی کو آپ کی طرف سے امن اور صلح کی نوید دیتا ہے ۔

اور جس چیز کا روایات میں زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا ہمسائیہ آپ کی ضرر رسانیوں سے محفوظ رہے ہماری وجہ سے ہمارا پڑوسی کسی تکلیف میں مبتلاء نہ ہوجائے آج کل سب سے اہم معاملہ یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے نالاں ہیں ۔ ایذا رسانی کی کچھ صورتیں تو عام ہیں جیسے اونچی آواز سے ٹیپ چلا دینا یا ٹی وی یا کمپیوٹر کی آواز کو بلند کر دینا، شور مچانا یا اونچی آواز میں اس طرح بات کرنا کہ پڑوسیوں کا سکون غارت ہوجائے دیگر تکلیف پہنچانے کی صورت میں کچرا یا پانی گلی میں پھینک دینا بلااجازت ٹینٹ لگا کر راستہ بلاک کر دینا، مکان تعمیر کرتے وقت ریت اور بجری سے بےاحتیاطی کی بنیاد پر اذیت پہنچانا شامل ہے ۔ مزید یہ کہ اختلاف و رائے کی صورت میں طنز تشنیع کرنا ، گالی دینا ،لڑائی کرنا ، اور ہاتھا پائی تک نوبت لے آنا بھی ایک اور ایذا رسانی کی شکل ہے اس طرح برابر والی کی زمین پر قبضہ کر لینا پارکنگ پر قبضہ کر لینا ، اپنے عہدے یا دب دبے سے کمزور کو دبانا بھی اسی قبیل میں شامل ہے ۔

ان سب اختلافی معاملات کا حل یہ ہے کہ پہلے مرحلے میں برداشت سے کام لیا جائے اور اپنا جائز حق بھی چھوڑ دیا جائے اور شکایت سے بھی گریز کیا جائے اگر معاملات برداشت سے باہر ہوجائیں تو نرمی سے بات سمجھا دی جائے اور پھر بھی سدھار نہ آئے تو علاقے کے بزرگوں، علماء اعلام کے ذریعے افہام و تفہیم سے معاملہ حل کر لیا جائے یہی آپ کا حسن سلوک برے سے برے ہمسائے کو اچھا بنا سکتا ہے ۔

یہاں پر ایک روایت حضرت امام سجاد علیہ السلام سے نقل کی گئی ہے کہ جس میں آپ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی صورتوں کو بیان فرماتے ہیں ۔

تمہارے اوپر تمہارے پڑوسی کا یہ حق ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں

اس کے حقوق کی حفاظت کرو موجود ہو تو اس کا احترام کرو مظلوم ہو تو اس کی مدد کرو اس کے رازوں کی تلاش میں نہ رہو اور اگر تمہیں اس کی کوئی بری بات معلوم بھی ہوجائے تو اسے پوشیدہ رکھو اور اگر تمہیں احساس ہو کہ وہ تمہاری نصیحت قبول کرے گا تو اسے تنہائی میں نصیحت کرو مشکلات میں اسے تنہا نہ چھوڑو اس کی لغزشوں کو کم کرنے کی کوشش کرو اس کی غلطیوں کا معاف کر دو اور اس کے ساتھ بزرگوانہ زندگی بسر کرو۔(بحار الانوار ج ۷۱ جوامع الحقوق)

پڑوسی کی اذیت سے بچنے کا طریقہ:

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہمسایہ ہمیشہ اذیت پہنچائے تو اس سے بچنے کی بھی کوئی صورت اسلام نے بتائی ہے ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ایک واقعہ (جس کو شیخ عباس قمیؒ نے اپنی کتاب سفینۃ البحار میں نقل کیا ہے) بیان کرتے ہیں جس سے سوال کا جواب اچھی طرح واضح ہوجائے گا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسالتمآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہمسائے کی ایذارسانی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اسے صبر کا حکم دے کر واپس کیا ، کچھ دنوں بعد وہ دوبارہ ہمسائے کی شکایت لے کر واپس آیا آپ ﷺ نے پھر اسے صبر کا حکم دے کر واپس کیا تیسری مرتبہ وہ شخص پھر ہمسائے کی شکایت لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا۔

اس مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے گھر کا تمام سامان نکال کر گلی میں رکھ دو جب لوگ تم سے پوچھیں کہ تم نے گھر کا تمام اثاثہ باہر کیوں نکالا تو انہیں کہنا کہ فلاں شخص کی مسلسل ایذا رسانی سے مجبور ہو کر میں نے سامان نکالا ہے۔ اس شخص نے آپ ﷺ کے فرمان پر عمل کیا۔ جب لوگوں نے اس کے سامان کو باہر نکلے ہوئے دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں نے اپنے ہمسائے کی مسلسل ایذارسانی سے تنگ آکر اپنا سامان نکالا ہے اب میں یہ مکان چھوڑ کر کہیں اور مکان تلاش کروں گا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایذا رسانی کرنے والا شخص آیا اور اپنے ہمسائیہ کو منت کرکے کہا کہ تمہیں خدا کا واسطہ اپنا سامان اندر رکھو مجھے مزید شرمندہ نہ کرو میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اب تمہیں مجھ سے شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔(سفینۃ البحار ج ۱ص ۶۹۲ باب جیم بعد الواؤ)

اس واقعہ کے ساتھ ہم اپنی تحریر کو ختم کرتے ہیں فقط اس التجا کے ساتھ کہ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد اس بات کا خیال رکھیں وہ یہ ہے کہ ان تمام اچھائیوں کی توقع آپ اپنے پڑوسی سے نہ کریں اور نہ اس میں پیدا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ آپ اس کے مکلف نہیں ہیں اس کے برعکس ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ اس فرض کو ادا کرکے آپ اور ہم اللہ تعالی اور محمد وآل محمد ﷺ کی رضا اور ان کے رحم کے مستحق بن جائیں۔

خداوند منان سے دعاہے کہ خدا ہمیں بحق محمد و آل محمد ان اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان اخلاقی اور اسلامی اقدار کو معاشرے میں رائج کرنے کی توفیق عطافرمائے۔(آمین)وما علینا الا البلاغ

بغیر الف کے خطبہ

روایت کی گئی ہے کہ صحابہ کا ایک گروہ علی علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اور انہوں نے الفاظ اور خط کی فضیلت پر گفتگو کی اور کہا کہ کوئی کلام ایسا نہیں ہوسکتا کہ جس میں الف نہ آتا ہو اور الف کے بغیر انسان کے لئے گفتگو کرنا ممکن نہیں ہے تو حضرت علی علیہ السلام نے فورا بد ایک خطبہ دیا کہ پورے خطبے میں الف نہیں آئی۔

یہ خطبہ اللہ تعالی کی حمد و ثناء، محمد و آل محمد پر درود اور جنت و جہنم کے اوصاف اور مخلوق کو وعظ و نصیحت وغیرہ پر مشتمل ہے اس مبارک و طویل خطبے کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

حَمِدْتُ مَنْ عَظُمَتْ مِنَّتُهُ ، وَسَبَغَتْ نِعْمَتُهُ ، وَسَبَقَتْ غَضَبَهُ رَحْمَتُهُ ، وَتَمَّتْ كَلِمَتُهُ ، وَنَفَذَتْ مَشِيئَتُهُ ، وَبَلَغَتْ قَضِيَّتُهُ ، حَمِدْتُهُ حَمْدَ مُقِرٍّ بِرُبُوبِيَّتِهِ ، مُتَخَضِّعٍ لِعُبُودِيَّتِهِ ، مُتَنَصِّلٍ مِنْ خَطِيئَتِهِ ، مُتَفَرِّدٍ بِتَوْحِيدِهِ ، مُؤَمِّلٍ مِنْهُ مَغْفِرَةً تُنْجِيهِ ، يَوْمَ يُشْغَلُ عَنْ فَصِيلَتِهِ وَبَنِيهِ .

وَشَهِدْتُ بِبَعْثِ مُحَمَّدٍ رَسُولِهِ ، وَعَبْدِهِ وَصَفِيِّهِ ، وَنَبِيِّهِ وَنَجِيِّهِ ، وَحَبِيبِهِ وَخَلِيلِهِ ، بَعَثَهُ فِي خَيْرِ عَصْرٍ ، وَحِينِ فَتْرَةٍ وَكُفْرٍ ، رَحْمَةً لِعَبِيدِهِ ، وَمِنَّةً لِمَزِيدِهِ ، خَتَمَ بِهِ نُبُوَّتَهُ ، وَشَيَّدَ بِهِ حُجَّتَهُ ، فَوَعَظَ وَنَصَحَ ، وَبَلَّغَ وَكَدَحَ ، رَؤُفٌ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ ، رَحِيمٌ سَخِيٌّ ، رَضِيٌّ وَلِيٌّ زَكِيٌّ ، عَلَيْهِ رَحْمَةٌ وَتَسْلِيمٌ ، وَبَرَكَةٌ وَتَكْرِيمٌ ، مِنْ رَبٍّ غَفُورٍ رَحِيمٍ ، قَرِيبٍ مُجِيبٍ .

وَصَّيْتُكُمْ مَعْشَرَ مَنْ حَضَرَنِي بِوَصِيَّةِ رَبِّكُمْ ، وَذَكَّرْتُكُمْ بِسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ ، فَعَلَيْكُمْ بِرَهْبَةٍ تَسْكُنُ قُلُوبَكُمْ ، وَخَشْيَةٍ تُذْرِي دُمُوعَكُمْ ، وَتَقِيَّةٍ تُنْجِيكُمْ قَبْلَ يَوْمِ يُبْلِيكُمْ وَيُذْهِلُكُمْ ، يَوْمَ يَفُوزُ فِيهِ مَنْ ثَقُلَ وَزْنُ حَسَنَتِهِ ، وَخَفَّ وَزْنُ سَيِّئَتِهِ ، وَلْتَكُنْ مَسْئَلَتُكُمْ وَتَمَلُّقُكُمْ مَسْأَلَةَ ذُلٍّ وَخُضُوعٍ ، وَشُكْرٍ وَخُشُوعٍ ، بِتَوْبَةٍ وَتَوَرُّعٍ ، وَنَدَمٍ وَرُجُوعٍ ، وَلْيَغْتَنِمْ كُلُّ مُغْتَنِمٍ مِنْكُمْ صِحَّتَهُ قَبْلَ سُقْمِهِ ، وَشَبِيبَتَهُ قَبْلَ هَرَمِهِ ، وَسَعَتَهُ قَبْلَ فَقْرِهِ ، وَفَرْغَتَهُ قَبْلَ شُغْلِهِ وَحَضَرَهُ قَبْلَ سَفَرِهِ ، قَبْلَ تَكَبُّرٍ وَتَهَرُّمٍ وَتَسَقُّمٍ ، يَمُلُّهُ طَبِيبُهُ ، وَيُعْرِضُ عَنْهُ حَبِيبُهُ ، وَيَنْقَطِعُ غِمْدُهُ ، وَيَتَغَيَّرُ عَقْلُهُ .

هذِهِ مَنْزِلَةُ مَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ، وَحَذَّرَ نَفْسَهُ مَعْصِيَتَهُ ، وَتِلْكَ عُقُوبَةُ مَنْ جَحَدَ مَشِيئَتَهُ ، وَسَوَّلَتْ لَهُ نَفْسُهُ مَعْصِيَتَهُ ، فَهُوَ قَوْلٌ فَصْلٌ ، وَحُكْمٌ عَدْلٌ ، وَخَبَرٌ قَصَصٌ قَصٌّ ، وَوَعْظٌ نَصٌّ : تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ، نَزَلَ بِهِ رُوحُ قُدُسٍ مُبِينٍ عَلى قَلْبِ نَبِيٍّ مُهْتَدٍ رَشِيدٍ ، صَلَّتْ عَلَيْهِ رُسُلٌ سَفَرَةٌ ، مُكَرَّمُونَ بَرَرَةٌ ، عُذْتُ بِرَبٍّ عَلِيمٍ ، رَحِيمٍ كَرِيمٍ ، مِنْ شَرِّ كُلِّ عَدُوٍّ لَعِينٍ رَجِيمٍ ، فَلْيَتَضَرَّعْ مُتَضَرِّعُكُمْ وَ لْيَبْتَهِلْ مُبْتَهِلُكُمْ ، وَلْيَسْتَغْفِرْ كُلُّ مَرْبُوبٍ مِنْكُمْ لِي وَلَكُمْ ، وَحَسْبِي رَبِّي وَحْدَهُ

(بحار الانوار / جزء ۷۴ / صفحہ ۳۴۰)

حضرت ابو طالبؑ علیہ السلام ایک عظیم معلّم اخلاق

شیخ قیصر عباس نجفی

حضرت ابو طالب علیہ السلام کا اصلی نام اپنے جد اعلیٰ کے نام پر عبد مناف تھا اور بعض لوگوں کے نزدیک عمران ہے اور اکثر متقدمین کے نزدیک ابو طالب ہی کنیت ہے اور ابو طالب ہی آپ کا نام ہے۔ آپ پیغمبر اکرم ﷺ سے ۳۵برس بڑے تھے حضور اکرم ﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے اور آپ واقعہ فیل سے پینتیس سال قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ۴۳ برس اپنے بابا حضرت عبد المطلب کے زیر سایہ رہے اور انھی سے حکمت و اخلاق کے سبق لئے اور علم و ادب کے درس پائے وہ عبد المطلب کہ جس کی عظمت کے بارے میں رسول اکرم ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

ان اللہ یبعث جدی عبد المطلب امۃ واحدۃ فی ہیبۃ الانبیاء و ذی الملوک

خداوندِ عالم میرے دادا عبد المطلب کو نبیوں کے ھیبت اور بادشاہوں کی وضع قطع میں اس طرح اٹھائے گا کہ وہ اپنی شخصیت کے لحاظ سے ایک امت شمار ہوں گے۔ (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴)

اور علامہ جلی حضرت عبد المطلب کی عظمت یوں بیان کرتے ہیں:

تؤثر عنہ سنن جاء القرآن باکثرھا و جاءت السنۃ بہا

آپ سے ایسی اصلاحات وارد ہوئی ہیں جن میں سے اکثر قرآن میں بیان ہوئیں اور سنت رسول ﷺ میں درج ہیں۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴)

جب حضرت عبد المطلب کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے پوچھا کہ ابو طالب کہاں ہیں ؟حضرت ابوطالب آگے بڑھے تو حضرت عبد المطلب نے فرمایا کہ میں تمہیں یتیم عبد اللہ کے بارے میں خصوصی وصیت کرتا ہوں اور ان کی تربیت میں،کفالت میں سہل انگیزی سے کام نہ لینا اور اس مطلب کو ابن سعد جو کہ اہلسنت کا مؤرخ ہے نے یوں لکھا ہے :لما حضرت عبد المطلب الوفاة اوصیٰ ابا طالب بحفظ رسول اللہ وحیاطتہ

جب عبد المطلب کا وقت وفات قریب آیا توانہوں نے ابو طالب کو رسول اکرم ﷺ کی حفاظت و نگہداشت کے بارے میں وصیت فرمائی

(طبقات ج۱ ص ۱۱۸)

اب حضرت رسول خدا ﷺ کی عمر آٹھ سال ہے اور ادھر حضرت عبد المطلب کے دس فرزند ہیں اور ان دس فرزندوں میں سے حضرت عبد اللہ اور حضرت ابو طالب کی والدہ ایک تھی جس کا نام حضرت فاطمہ بنت عمر و مخزومیہ تھا۔

حضرت ابو طالب اپنے بابا عبد المطلب کی تربیت حاصل کر کے اپنے بابا عبد المطلب کی وفات کے بعد ایک ایسی شخصیت بن کر ابھرے کہ چہرے سے رعب اور ہاشمی تمکنت اور خدو خال سے قرشی سطوت جھلکتی تھی اور شیخ الابطح ، سید البطحاء اور رئیس مکہ کے لقب سے ملقب ہوئے ۔

حضرت عبد المطلب کی وفات کے بعد حرم کے عہدے اور سقایا کو وراثت کو پایا اور حرم کے عہدوں میں سے ایک عہدہ حاجیوں کی خدمت کرنا بھی تھا ۔ اس بارے میں میں دیار بکری لکھتے ہیں وکان عبد المطلب بعد ہاشم یلی الرفادہ فلما توفی قام بذلک ابوطالب فی کل موسم حتی جاء الاسلام

حضرت ہاشم کے بعد حاجیوں کو کھانا دینے کی خدمت حضرت عبد المطلب کی ذمہ داری تھی اور حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد ظہورِ اسلام تک ہر سال یہ خدمت ابو طالب علیہ السلام انجام دیتے رہے ۔(تاریخ خمیس ج ا ص ۱۵۷)

دنیا میں حصولِ منصب کے لئے دولت ایک بہت بڑا ذریعہ ہے مگر حضرت ابو طالب علیہ السلام کی منصبی سربلندی دولت کی مرہون منت نہ تھی بلکہ آپ کی فرض شناسی ، حسن سلوک اور کردار کی انفرادیت نے آپ کو عظمت کی اس بلندی تک پہنچایا جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ابی ساد فقیرا و ماسا دفقیر قبلہ میرے والد فقیر ہوتے ہوئے سردار قرار پائے حالانکہ ان سے پہلے کوئی نادر اور فقیر سردار نہیں ہوا۔(تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴)

حضرت ابو طالب علیہ السلام کی اگرچہ مالی حالت کمزور اور ان کے وسیع حوصلوں کا ساتھ نہ دے سکتی تھی مگر پھر بھی جس طرح بن پڑتا محتاجوں اور ناداروں کی اعانت کرتے اور حاجیوں کی خوب خدمت کرتے حاجیوں کے لئے بڑی نفاست سے کھانا پکواتے پانی کے بڑے بڑے حوضوں میں کھجوریں اور کشمش ڈلوا دیتے تاکہ اللہ کے مہمانوں کو خوش ذائقہ اور خوش مزہ پانی پینے کو ملے ۔

ایک سال آپ معمول سے زیادہ تنگ دست تھے اور دور دراز سے آنے والے حاجیوں کے خرد و نوش کے انتظام سے قاصر تھے آپ نے اپنے بھائی عباس بن عبد المطلب سے دس ہزار درھم قرض لئے اور وہ ساری رقم حاجیوں کے کھانے پینے میں صرف کر دی اگلے سال پھر یہی صورت پیش آئی نہ کھانے پینے کا سامان مہیا کر سکے اورنہ قرض اتار سکے آپ نے دوبارہ اپنے بھائی عباس سے چودہ ہزار درھم قرضہ طلب کیا تاکہ سرزمین حرم کے مہمانوں کی ضیافت کر سکیں حضرت عباس اس شرط پر قرضہ دینے کے لئے آمادہ ہوئے کہ اگر آئندہ سال تک یہ تمام قرضہ ادا نہ ہوا تو یہ منصب ان سے لے لیا جائے گا تو آئندہ سال حضرت ابو طالب یہ قرض نہ اتار سکے اور نہ حاجیو ں کی ضیافت کا بندو بست ہوا تو اس کے بعد حضرت ابو طالب نے یہ منصب حضرت عباس کے سپرد کیا جو بعد میں ان کی اولا د میں منتقل ہوتا رہا۔

اس واقعہ کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو طالب نے حاجیوں کی خدمت کے اس منصب عظیم سے دستکش ہونا گوارہ کر لیا مگر یہ گوارہ نہ کیا کہ مکہ میں آنے والے حجاج بھوکے پیاسے رہیں ۔

حضرت ابو طالب اپنے پہلو میں ایک حساس دل رکھتے تھے جو دوسروں کے دلوں کی دھڑکنیں سنتا اور مصیبت زدوں کی مصیبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اس ہمدردی اور انسان دوستی کو دیکھتے ہوئے پریشان حال انسانوں کے قافلے ان کے حریمِ امن کے گرد چکر لگاتے اور حضرت ابو طالب علیہ السلام دل و جان سے ان کی مدد فرماتے چنانچہ ابو سلمہ مخزومی جب حبشہ سے پلٹ کر مکہ آیا اور بنی مخزوم ابو سلمہ کے مسلمان ہونے کی بناء پر اس کی ایذا کے در پے ہوئے تو ابو سلمہ نے حضرت ابو طالب کی پناہ لی ۔حضرت ابو طالبؑ نے اسے پناہ دے کر اس کی حمایت کا اعلان کر دیا ۔ بنی مخزوم کو معلوم ہو تو وہ حضرت ابو طالبؑ کے پاس آئے اور کہا آئے ابوطالبؑ آپ نے اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو بھی پناہ دے رکھی ہے اور اب ابو سلمہ کو بھی اپنی حفاظت میں لے لیا ہے آپ اسے ہمارے حوالے کر دیں تو حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا کہ ابو سلمہ نے مجھے پناہ طلب کی تو میری حمیت اور غیرت نے گوارہ نہیں کیا کہ اسے پناہ میں لینے سے انکار کردوں اور میں کبھی اس کی حمایت سے کنارہ کش نہیں ہوں گا ۔ تو بنی مخزوم یہ صاف جواب سن کر خاموش ہو گئے اور مزید کچھ کہنے کی جرائت نہ کر سکے عرب کے اس تاریک معاشرے میں انسانیت کی قدریں دم توڑ رہی تھیں اور اخلاق کی پستی کی آخری حدوں کو چھو رہے تھے مگر حضرت ابو طالبؑ نے اخلاقی رذائل سے اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دیا جبکہ جگہ جگہ جواء کھیلا جاتا تھا گھر گھر شراب پی جاتی تھی آپ نے نہ کبھی قمار بازی کی طرف رخ کیا اور نہ کبھی شراب کو منہ لگایا۔ احمد بن ذہبی نے اس مطلب کو یوں تحریر کیا ہے کہ :

کان ابو طالب ممن حرم الخمر علی نفسہ فی الجاہلیۃ کابیہ عبد المطلب

حضرت ابو طالبؑ نے اپنے باپ کی طرح زمانہ جاہلیت میں بھی شراب اپنے اوپر حرام کر لی تھی ۔ (سیرۃ نبویہ ص۸۰)

حضرت ابو طالبؑ نہ صرف خود برائیوں سے دور تھے بلکہ دوسروں کو بھی عیوب اور قبائح سے اجتناب کی تلقین کرتے اور کسب حلال پر زور

دیتے تھے جیسا جیسا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے وقت قریش کو کہا تھا کہ وہ خانہ کعبہ کی تعمیر پر مال حرام اور مشتبہ نہ لگائیں بلکہ جائز و حلال مال صرف کریں قبل از اسلام جب خانہ کعبہ کی دیواریں سیلاب سے متاثر ہوئیں اور بیٹھنے لگیں اور خانہ کعبہ کے منہدم ہونے کا خطرہ لاحق ہوا تو قریش نے چاہا کہ ان دیواروں کو منہدم کر کے دوبارہ خدا کے گھر کو تعمیر کریں جب خانہ کعبہ کی دیواریں گرائی گئیں تو بنیادوں کے قریب ایک اژدھا نظر آیا قریش کوئی ترکیب سوچ رہے تھے کہ حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا:

ان هذا لا يصلح ان ينفق فيه الا من طيب المكاسب فلا تدخلوا فيه من ظلم و عدوان

یہ تعمیر بیت اللہ اس لائق ہے کہ اس پر صرف پاک و پاکیزہ اور حلال کمائی لگائی جائے لہذا وہ مال نہ لگاؤ جو ظلم اور زیادتی سے حاصل کیا گیا ہو ۔ (تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹)

ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور کسب حلال سے آیا ہوا سرمایہ تعمیر کے لئے مخصوص کیا اب جو کعبہ کے قریب آئے تو دیکھا کہ ایک پرندہ اژدھا پر جھپٹا اور اسے اپنے پنجوں میں جکڑ کر بلندی کی طرف پرواز کر گیا اور تعمیر کے لئے راستہ صاف ہوگیا۔

حضرت ابو طالبؑ اس قدر اخلاق حمیدہ کے مالک تھے کہ عرب کے نامور حکماء اور دانش مند آپ سے استفادہ کرتے تھے جیسا کہ احنف بن قیس جو عرب میں حلم و بر دباری کے لحاظ سے شہرہ آفاق تھا اس سے پوچھا گیا تم نے یہ حلم اور بردباری کس سے سیکھی ہے اس نے کہا کہ قیس ابن عاصم سے اور قیس ابن عاصم سے پوچھا گیا کہ تم نے یہ حلم و بردباری کا سبق کس سے لیا ہے کہا کہ حکیم عرب اکثم بن صیفی سے اور ان سے پوچھا گیا تم نے یہ حکمت ریاست حلم سرداری اور سربراہی کے اصول کہاں سے سیکھے ہیں تو اکثم بن صیفی نے کہا:

من حليف الحلم و الادب سيد العجم و العرب ابی طالب بن عبد المطلب

سرادر عرب و عجم سراپا حلم و ادب ابو طالب بن عبد المطلب سے(ہدیہ الاحباب ص ۲۵۲)

حضرت ابو طالبؑ اپنے دور میں ایک مدیر و معلم اخلاق اور مفکر ہی نہ تھے بلکہ ایک بلند پایا شاعر بھی تھے آپ کا ایک دیوان ہے جس کا نام شیخ الاباطح ہے اس کے علاوہ بھی حضرت ابو طالبؑ کے اشعار کا کافی ذخیرہ تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے ۔ عرب شعرو شاعری کا گہوارہ تھا۔عرب کے قصائد تفاخر اور خود ستائی پر مشتمل ہوتے تھے مگر حضرت ابو طالبؑ کے اشعار حسن نظم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیمات اور حق پرستی کے قیمتی درس ہوتے تھے اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بابا ابوطالبؑ کے اشعار کو علمی و اخلاقی سرمایہ سمجھتے ہوئے فرماتے تھے :

تعلموه و علموه اولادكم فانه كان على دين الله و فيه علم كثير

ان کے اشعار پڑھو اور اپنی اولاد کو پڑھاؤ اس لئے کہ وہ دین خدا پر تھے اور ان کے کلام میں علم کا بڑا ذخیرہ ہے (بحار ج ۹ ص ۲۴)

ان تمام بالا امتیازات کے علاوہ آپ نے رسول خدا ﷺ کی تربیت کی آپ نے اسلام اور بانی اسلام کی گرانقدر خدمات کیں رسول اکرم ﷺ نے آپ کے دامن عاطفت پر پرورش پائی حضرت ابو طالب حضرت رسول خدا ﷺ سے اس قدر محبت اور الفت رکھتے تھے کہ جب حضرت عبد المطلبؑ نے حضرت ابو طالبؑ کو رسول خدا ﷺ کے بارے میں وصیت کی تو حضرت ابو طالبؑ نے تاریخی جملہ کہا کہ جو حقیقت میں قلم نور سے دامن حور پر لکھنے کے قابل ہے آپ نے فرمایا:

يا ابت لا توصنی بمحمد فانه ابنی و ابن اخی

آئے بابا عبد المطلب مجھے محمد ﷺ کے بارے میں وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ تو میرے بیٹے اور بھتیجے ہیں۔ (مناقب ج ۱ ص ۲۱)

توحید در خالقیت (حصہ دوم)

گروہ تحقیق حوزہ علمیہ نجف اشرف

گزشتہ سے پیوستہ۔
گزشتہ بحث سے متعلق سوال اور اس کا جواب:
سوال: اگر اس کائنات میں خدا کے علاوہ کوئی اور خالق نہیں ہے تو پھر قرآن نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف خلق کی نسبت کیوں دی ہے؟
انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر""میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی شکل کا مجسمہ بناتا ہوں (ال عمران ۴۹)
اور پھر خدا نے اپنے بارے میں یہ کیوں فرمایا ہے کہ وہ احسن الخالقین ہے "فتبارك الله احسن الخالقین""پس بابرکت ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین خالق ہے۔
آیۃ اللہ السید محمد حسین طباطبائیؒ فرماتے ہیں
وصفه تعالى بأحسن الخالقين يدل على عدم اختصاص الخلق به۔
خداوند عالم کا اپنی ذات کو احسن الخالقین جیسی صفت کے ساتھ متصف کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خلق اس کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ (المیزان فی تفسیر القرآن سورہ المؤمنون۔ جلد ۵۱ ص ۷۱)
گویا کہ ان آیات میں ضمنی طور پر یہ اعتراف موجود ہے کہ خالق متعدد ہیں۔
جواب:
خلق کا جو معنی اللہ تعالی کی ذات میں منحصر ہے اس معنی کے ساتھ غیر اللہ کو متصف نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی یہ معنی غیر اللہ کے لئے ثابت ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ خداوند عالم کی ذات اقدس ہی خلق کرنے میں مستقل اور اصل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے خلق کرنے کے لئے کوئی نمونہ، مادہ اور کوئی بھی صورت سامنے نہیں رکھی بلکہ جو بھی چیز خلق فرمائی اسے عدم سے وجود عطاء کیا جسکی خلقت میں ابداع ہوتا ہے۔ اور واضح سی بات ہے کہ قرآن نے خلق کے اس معنی کی نسبت غیر اللہ کی طرف نہیں دی۔
جب خلق سے مراد کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا ہو تو یہ معنی فقط خداوند عالم کی ذات اقدس میں منحصر ہے۔ ہاں البتہ خلق بمعنی تقدیر غیر خدا میں بھی ممکن ہے جیسا کہ قول خداوندی ہے۔ انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر۔
مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں آیۃ اللہ السید محمد حسین طباطبائیؒ کی عبارت کا مطلب بھی واضح ہوگیا کہ جب وہ کہتے ہیں کہ خلق اس کے ساتھ مختص نہیں
یعنی خلق بمعنی التقدیر اس کے ساتھ مختص نہیں لیکن خلق کا پہلا معنی (ابداع اور عدم سے وجود میں لانا) اس کی ذات کے ساتھ ہی مختص ہے

اور کسی
دوسرے کو اس معنی کے ساتھ متصف کرنا ممکن نہیں ہے اور آیت مجیدۃ"انی اخلق لکم" میں خلق بمعنی تقدیر کے ہے جو غیر خدا میں متصور ہے لہذا کوئی
اشکال نہیں کہ خلق بمعنی تقدیر کی نسبت جناب عیسیٰؑ کی طرف دی جائے۔

۳) توحید در خالقیت سے کیا مراد ہے؟

قرآن کی آیات میں تاَمل کرنے سے معلوم ہوتاہے کہ خالق مستقل اور موجد حقیقی صرف خدا کی ذات ہے اور باقی ساری مخلوق کی خالقیت اس کی خالقیت کے طول میں واقع ہے اور غیر خدا خلق و ایجاد میں مستقل نہیں ہے یہ نکتہ بھی مد نظر رہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور پر لفظ "خالق" کا اطلاق کرنا درست نہیں ہے۔جیسا کہ علم غیب کی بحث میں علماء کے اقوال سے ثابت ہے کہ اگر چہ آئمہ اہل بیت علیھم السلام غیب پر مطلع ہیں لیکن خدا کے علاوہ کسی دوسرے پر لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق کرنادرست نہیں کیونکہ یہ اسماء خداوند عالم کی ذات کیساتھ مختص ہیں اگر ان اسماء کا اطلاق غیر خدا پر کیا جائے تو اس میں "الوھیت" کا شائبہ پایا جاتا ہے۔پس اسی وجہ سے ان عناوین کا غیر خدا پر اطلاق کرنا درست نہیں۔

قرآن مجید میں کثیر آیات ایسی ہیں جو ذات خدا کے مستقل خالق ہونے پر دلالت کرتی ہیں ہم دو آیات کو بطور شاہد پیش کر رہے ہیں۔

۱) "قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَہُوَ الْوَاحِدُ الْقَہَّارُ"الرعد ۱۶

ترجمہ:"کہہ دیجیے ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے اور وہ یکتا بڑا غالب آنے والا ہے"

۲) "یاایھاالناس اذکرو نعمۃ اللہ علیکم ھل من خالق غیر اللہ۔۔۔ فاطر ۴

ترجمہ:"اے لوگو اللہ کے تم پر جو احسانات ہیں انہیں یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے؟۔۔۔۔۔۔۔۔"

توحید در خالقیت میں متعدد نظریات ہیں جن میں سے مشہور ترین تین نظریات ہیں جن کو ہم اپنے محترم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں

(۱)معتزلہ کا نظریہ (۲)اشاعرہ کا نظریہ (۳) امامیۃ کا نظریہ۔

توحید در خالقیت میں معتزلہ کا نظریہ:

معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ ہر ممکن الوجود اپنی ذات اور وجود میں موثر کا محتاج ہوتاہے اور موثر خدا کی ذات ہے لیکن وہ ممکن اپنے افعال میں خدا کا محتاج نہیں ہے پس اس کا وجود تو خداوندعالم کا مرہون منت ہے اور اسی کی ذات سے قائم ہے مگر اس کے فعل کا خدا کی ذات سے کوئی ربط اور تعلق نہیں ہے۔گویا خداوند عالم نے کائنات میں علل اور اسباب کو وجود تو عطاء کیا ہے مگر یہ علل واسباب اپنی تاثیر میں خدا کے محتاج نہیں ہیں بلکہ یہ اپنی تاثیر میں مستقل ہیں۔

معتزلہ کے جید عالم دین قاضی القضاۃ "عبدالجبار" شرح اصول الخمسۃ" میں لکھتے ہیں۔"مجبرۃ کا یہ قول (کہ جس میں وہ افعال عباد کی نسبت اللہ کی طرف دیتے ہیں)عقلا اورسمعا باطل ہے بلکہ ہمارے تصرفات اپنے حدوث میں ہمارے محتاج اور متعلق ہیں"

باالفاظ دیگر معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ ہر ممکن الوجود صرف اپنے حدوث میں موثر کا محتاج ہو تا ہے لیکن اپنی بقاء میں اس کا محتاج نہیں ہو تا۔پس انسان اپنی خلقت میں تو اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے لیکن اپنے تمام افعال میں اس سے بے نیاز ہے۔

سوال:

معتزلہ نے یہ نظریہ کیوں اختیار کیا؟

جواب:

معتزلہ نے یہ نظریہ اس لیے اختیار کیا ہے کہ انسان کے افعال دو قسم کے (اچھے اور برے) ہوتے ہیں۔اگر ہر ممکن اپنے فعل میں بھی اللہ کا محتاج ہو جیسے اپنی ذات میں وہ اللہ کا محتاج ہے اوراس کا ہر فعل بھی اسی سے قائم و مرتبط ہو جیسے اس کی ذات خداوندعالم سے قائم ومرتبط ہے تو پھر انسان کے افعال قبیحہ جیسے ظلم، قتل اورچوری وغیرہ کی نسبت خدا کی طرف لازم آئے گی اوراگر یہ افعال خدا کی طرف منسوب ہوں تو گناہ گاروں کو سزا وعقاب دینا اس کے عدل کے منافی ہے۔

پس خدا کی ذات کو ایسے قبیح افعال سے منزہ اور مبرہ رکھنے کے لیے معتزلہ نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ انسان اپنے افعال میں خدا کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ اپنے افعال میں مستقل ہےپس درحقیقت معتزلہ نے ایک فاعل مستقل کی جگہ پر بے شمار فاعل مستقل قرار دیے ہیں اور خدا کے مقابلے میں کئی مستقل فاعل بنا دیے ہیں چونکہ ان کے نزدیک ہرانسان اپنے افعال میں فاعل مستقل ہے۔پس یہ شرک ہے لیکن یہ شرک جلی نہیں ہے بلکہ شرک خفی ہے گویا عدل الٰہی کی حفاظت کرتے ہوئے وہ شرک خفی جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے۔

اس نظریے پر اہم ترین اشکالات:

۱)کیا یہ بات معقول ہے کہ ممکن الوجوداپنے وجود اور ذات میں تو خدا کا محتاج ہو لیکن اپنے افعال میں خدا کا محتاج نہ ہو یعنی اپنی ذات میں غیر مستقل اور اپنے افعال میں مستقل ہو؟

جبکہ یہ بات طے ہے کہ اگر ممکن کی ذات اور وجود خدا کی ذات سے قائم و مرتبط ہو تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ وہ اپنے فعل میں بھی اس کے ساتھ قائم و مرتبط ہےکیونکہ اگر ممکن اپنے افعال میں مستقل ہے تو حتما وہ اپنی ذات میں بھی مستقل ہو گا اور کسی بھی ممکن کا اپنی ذات اور وجود میں مستقل ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ ذات ممکن الوجود نہیں رہی بلکہ اس کے واجب الوجود ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور خدا کے علاوہ کسی اور ذات کے واجب الوجود ہونے کا عقیدہ رکھنا توحید ذاتی کے منافی وبرعکس ہے۔

۲) یہ نظریہ اختیار کرنے سے قدرت خداوندی اور سلطنت الٰہی کی نفی ہوتی ہے۔

۳)اس نظریے کاقائل خلق اور ایجاد کے امر میں اللہ تعالی کا شریک ٹھہرانے کا مرتکب ہوتا ہے۔

آیۃ اللہ العظمی سماحۃ السید ابوالقاسم الخوئیؒ "بحوث عقائد یہ فی ضوء مدرسۃ اہل البیتؑ" میں فرماتے ہیں "اس عقیدے کی مذمت میں تواتر کی حد تک روایات وارد ہوئی ہیں۔درحقیقت یہ گروہ خالقیت میں تعدد کا قائل ہے ایک خالق خدا کی ذات ہے جس نے وجود انسانی کو خلق فرمایا ہے اور دوسراخالق بشر ہے جو اپنے افعال کی خلقت میں مستقل حیثیت رکھتا ہے۔

(جاری ہے۔۔)

فضائل علی علیہ السلام بزبان علی علیہ السلام

شیخ شہباز حسین مہرانی

اس کائنات میں حضرت رسالتمآب ﷺ کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں ،ہر ابعاد میں کامل ترین شخصیت نظر آتی ہے تو وہ صرف دلوں کی محبتوں کا مرکز، رسالتمآب ﷺ کی امانتوں کا محافظ ، علمِ نبوت کا وارث ، انبیاء کی میراث کا امانتدار ،خدا کی زمین پر خدا کا امین ، خدا کی مخلوق پر خدا کی حجت ،حق کا کھلا راستہ ،مؤمنین کا قائد، ہر مؤمن و مؤمنہ کا مولا، اطاعت گزاروں کا نور، رسولِ خدا ﷺ کا بھائی ، ہدایت کی درخشندہ علامت ،اسلام کا ستون، تاریخ میں روشن چراغ ، سعادت کا بلند پرچم ، اولیائے الٰہی کا پیشوا، امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیھما السلام ہی ہیں۔

مولا علی علیہ السلام کی شخصیت کو صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ جانتے ہیں کسی بشر کے بس کی بات نہیں کہ وہ مولا علی علیہ السلام کی بلندی فکر اور تابناک سوچ تک پرواز کر سکے کیونکہ اس پر گواہ رسالتمآب ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ

يَا عَلِيُّ۔۔مَا عَرَفَكَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَا

اے علیؑ ۔۔تجھے کسی بشر نے نہیں پہچانا سوائے میرے اور اللہ کے۔(مختصر البصائر ؛ ص۳۳۶)

یہاں پر ہم مولا علی علیہ السلام کے فضائل کے چند موتی نہج البلاغہ سے

قارئین کی نظر کر رہے ہیں۔

۱: مؤمن اول

امیر المؤمنین علیہ السلام کی نمایاں ترین خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ اس وقت نبی ﷺ پر ایمان رکھتے تھے کہ جب اس کائنات میں آپ علیہ السلام اور حضرت خدیجہ سلام اللہ علیھا کے علاوہ کسی بشر نے ایمان نہیں لایا تھااور اسلام صرف رسول خدا ﷺ اور ام المؤمنین خدیجہ سلام اللہ علیھا کی گھر کی چار دیواری تک تھا۔

اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولا علی علیہ السلام اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرماتے ہیں:

فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِهِ ۔۔۔۔ فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ

میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں اور میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرنے والا ہوں۔(نہج البلاغہ خطبہ ۷۱)

۲: نورِ وحی کو دیکھنا

اس کائنات میں صرف ایک ہی ہستی ہے جس نے وحی رسالت کے نور کو دیکھا اور وہ ہیں نفسِ رسول ﷺ علی ابن ابی طالب علیہ السلام یہ فضیلت کسی بھی بشر کو حاصل نہیں ہوئی اسی بات کو آپ علیہ السلام واضح انداز میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

أَرَى نُورَ الْوَحْيِ وَ الرِّسَالَةِ وَ أَشُمُّ رِيحَ النُّبُوَّةِ

میں نورِ وحی اور رسالت کو دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔(نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۲)

اس قول کی تصدیق خود رسالتمآب ﷺ نے فرمائی :

إِنَّكَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ وَ تَرَى مَا أَرَى إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ وَ لَكِنَّكَ لَوَزِيرٌ وَ إِنَّكَ لَعَلَى خَيْرٍ

(اے علیؑ)جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو ،فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے)وزیر و جانشین ہو اور یقینا بھلائی کی راہ پر ہو۔(نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۲)

۳: علمِ امام علیہ السلام

وہ ہستی جس نے رسول خدا ﷺ کی گود میں تربیت پائی ہو اس کا علم کتنا ہوگا یہ کسی بشر کے عقل میں آنے والی بات نہیں ہے،علم امام علیہ السلام کو صرف خدا اور اس کے رسول ﷺ جانتے ہیں یہی سبب تھا کہ جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام منبر کوفہ پر بیٹھ کر سلونی کا دعوی کرتے تھے۔

آپ علیہ السلام اول و آخر تھے کہ جس نے اس کائنات میں سلونی کا دعوی کیااور اس دعویٰ کو سچ ثابت کرکے دکھایا چنانچہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں :أَيُّهَا النَّاسُ سَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي فَلَأَنَا بِطُرُقِ السَّمَاءِ أَعْلَمُ مِنِّي بِطُرُقِ الْأَرْضِ

اے لوگو! جو چاہو مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ میں آسمان کے راستوں کو زمین کی راہوں سے بہتر جانتا ہوں۔(نہج البلاغہ خطبہ۱۸۹)

۴: خلافت کا حق دار

رسولِ خدا ﷺ نے مختلف مقاما ت پر اپنے جانشین کا تعارف کرایا ، دعوت ذوالعشیرہ سے لے کر غدیر خم کے اعلان تک ،مختلف الفاظ میں کبھی فرمایا کہ تم میرے وزیر ہو ،تم میرے جانشین ہو تم میرے بعد امت کے امام ہو ،تم مؤمنین کے امیر ہو ،اسی خلافت کی طرف مولا علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:لَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَيْرِي تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خلافت کا حق دار ہوں ۔(نہج البلاغہ خطبہ ۷۴)

۵: شہادت کا شوق

تاریخ اسلام گواہ اور شاہد ہے کہ رسول خدا ﷺ کے دور میں لڑی جانے والی جنگوں کا فاتح صرف صاحب ذوالفقار ہی تھے اور جس کی فتح کا نعرہ ملائکہ نے لگایا کہ لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار وہ امام ارشاد فرماتے ہیں :

وَ اللَّهِ لَابْنُ أَبِي طَالِبٍ آنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ بِثَدْيِ أُمِّهِ

اللہ کی قسم ابو طالب کا فرزند موت سے اس سے زیادہ مانوس ہے جتنا بچہ سرچشمہ حیات سے مانوس ہوتا ہے ۔(نہج البلاغہ خطبہ ۵)

دنیا کی قیمت.٦

امام علی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں جو بھی کام کیا وہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے کیا ، چاہے وہ مصلی عبادت ہو یا میدان جنگ ہو اسی وجہ سے جنگ خندق میں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی ضرب کو ثقلین کی عبادت سے افضل قرار دیا۔ امام علیہ السلام نے اس دنیا کو اپنی زندگی میں طلاقیں دیں،اور ارشاد فرمایا :

يَا دُنْيَا يَ غُرِّي غَيْرِي اے دنیا جاکسی اور کو دھوکا دے ۔

اسی دنیا کی پستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَ قَالَ ع وَ اللَّهِ لَدُنْيَاكُمْ هَذِهِ أَهْوَنُ فِي عَيْنِي مِنْ عِرَاقِ خِنْزِيرٍ فِي يَدِ مَجْذُومٍ

خدا کی قسم یہ تمہاری دنیا میری نظر میں کوڑھی کے ہاتھ میں سور کی ہڈی سے بھی بدتر ہے۔(نہج البلاغہ حکمت ۲۳۶)

۷: کردار گفتار کے عین مطابق تھا

امام علیہ السلام نے اپنی زندگی میں جو بھی گفتگو کی اسی کے مطابق عمل ہوتا تھا اور جس نے بھی آپ علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے اس کو کبھی بھی کردار اور گفتار میں فرق نظر نہیں آئے گا ۔

امام علی علیہ السلام اس بات کو واضح الفاظ میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

وَ اللَّهِ مَا أَحُثُّكُمْ عَلَى طَاعَةٍ إِلَّا وَ أَسْبِقُكُمْ إِلَيْهَا وَ لَا أَنْهَاكُمْ عَنْ مَعْصِيَةٍ إِلَّا وَ أَتَنَاهَى قَبْلَكُمْ عَنْهَا

اے لوگو ! قسم بخدا میں تمھیں کسی اطاعت پر آمادہ نھیں کرتا مگر یہ کہ تم سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی گناہ سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ تم سے پہلے اس سے باز رہتا ہوں۔(نہج البلاغۃ خطبہ ۱۷۵)

یہ چند فضائل کے نمونے تھے جن کو نہج البلاغہ میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے اور بہت سے موارد کو ہم ذکر نہیں کرسکے۔

علی علیہ السلام اور اتباع رسول الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شیخ ریاض حسین نجفی

قارئین محترم ! آج ہم آپ سے چھوٹی سی آیت کے بارے میں کچھ معروضات عرض کریں گے ۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری پیروی کرو- خدا بھی تم سے محبّت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔(سورہ آل عمران کی آیت ۳۱)

قارئین کرام آیات کا اپنا لہجہ ہوتا ہے مثلا کسی آیت میں توبیخ اور سرزنش ہوتی ہے کسی میں انتہائی پیار و محبت ہے کسی آیت میں چیلنج ہوتا ہے اور کوئی آیت امتحانیہ لہجہ میں ہوتی ہے یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے کہ جس میں امت سے امتحان کی بات ہورہی ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے لوگو! اگر تم دعوی کرتے ہو کہ تم مجھ اللہ سے پیار کرتے ہو تو میں اللہ آپ کو آزماؤں گا اور وہ آزمائش ہے میرے نبی کی اتباع ۔

اور اللہ تعالی کی ابتدائے آفرینش سے آج تک یہ سنت رہی ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے آزمائش لے لہٰذا خد انے ملائکہ سے امتحان لیا کچھ ہستیوں کو درمیان میں رکھ کر کہ اب ان کے نام بتاؤ ملائکہ جب نہ بتا سکے تو آدم علیہ السلام نے نام بتا کر یہ امتحانی مقابلہ جیت لیا۔

قارئین محترم ! ہم انسان اگر امتحان لیتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ہم کو معلوم ہوسکے کہ جس کا امتحان لیا جارہا ہے اس کی کتنی قابلیت ہے چونکہ ہمیں علم نہیں ہوتا اس قابلیت کا ، اسی وجہ سے ہم امتحان لیتے ہیں لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی جب امتحان لیتا ہے تو وہ کیوں جبکہ اللہ تعالی کو ہر چیز کا علم ہے وہ ازل سے ابد تک کا ہر جزئی کلی مخفی ظاہر کو جانتا ہے جیساکہ اللہ کا فرمان ہے :

وَ عِنْدَهُ مَفاتِحُ الْغَيْبِ لا يَعْلَمُها إِلاَّ هُوَ وَ يَعْلَمُ ما فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ ما تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلاَّ يَعْلَمُها وَ لا حَبَّةٍ في ظُلُماتِ الْأَرْضِ وَ لا رَطْبٍ وَ لا يابِسٍ إِلاَّ في كِتابٍ مُبينٍ

اور اس کے پاس غیب کے خزانے ہیں جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے اور وہ خشک و تر سب کا جاننے والا ہے -کوئی پتہ بھی گرتا ہے تو اسے اس کا علم ہے زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین کے اندر محفوظ نہ ہو۔(سورہ انعام آیت ۵۹)

جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی کا امتحان نعوذ باللہ جہل کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ مخلوق کو اپنی حیثیت اور قابلیت دکھانے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ اپنے جہل کو دور کرنے کے لئے امتحان لیتا ہےاور اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ : إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو

آیت کا پہلا حصہ ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو یہ شرط ہے سوال یہ ہے کہ کیا اللہ سے محبت کرنی چاہئے ؟جواب یہ ہے کہ اللہ سے محبت بہت ہونی چاہئے اور اس کے بہت سارے اسباب ہیں لیکن ہم یہاں دو کو ذکر کرتے ہیں ایک یہ کہ خدا تعالی کی ذات جامع جمیع کمالات ہے انسان کے اندر اللہ تعالی نے یہ فطرت رکھی ہے کہ انسان کمال کو پسند کرے اور یہ فطرت انسان میں سلیم ہوگی تو اس کی فطرت میں آلودگی نہ ہوگی تو ایسا انسان اللہ تعالی کی ذات سے ضرور محبت کرے چونکہ اللہ تعالی کی ذات جمیع کمالات کی انتہاء قدرت اگر کمال ہے تو وہ علی کل شیئ قدیر ہے علم اگر کمال ہے تو اللہ تعالی ہر شیئ کا علم رکھتا ہے اگر کسی پر رحم کرنا کمال ہے تو اللہ ارحم الراحمین ہے اگر کسی کو معاف کرنا کمال ہے تو سب سے زیادہ معاف کرنے والا ہے کوئی ایسا کمال نہیں ہے مگر یہ کہ وہ کما ل اللہ تعالی کی ذات پر منتہی ہوتا ہے ۔

دوسری بات یہ کہ جس کی بناء پر اللہ سے محبت ہونی چاہئے وہ احسان ہے ہر فطرت سلیمہ کا مالک اس بات کو درک کرتا ہے کہ اپنے محسن

سے محبت کرے یہ عام زندگی میں پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی آپ پر چھوٹا سا ہی احسان کرے تو آپ کے دل میں اس محسن کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اگر انسان کا دل فطرت پر باقی ہے تو اس بات کو محسوس ضرور کرے گا کہ محسن کی محبت فطری ہے اب محسن کا احسان جتنا بڑا ہوگا اتنی ہی محبت بڑی ہوگی اور جوں یہ محبت کا سفر جاری رہتا ہے اس لحاظ سے دیکھیں تو اللہ تعالی کے عظیم احسانات میں سے یہ ہے کہ ہمیں وجود عطا کیا اور پھر اعظم احسان یہ ہے کہ انسان پیدا کیا اور خدا کی طرف سے احسانات کا سلسلہ کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں ہے لہٰذا جس طرح اللہ تعالی کے احسانات قابل شمار نہیں ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے :

وَ إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لا تُحْصُوها إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحيم

اور تم اللہ کی نعمتوں کو شمار بھی کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے ہو بیشک اللہ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔(سورہ نحل آیت ۱۸)

اسی طرح اللہ تبارک و تعالی کی ایک ایک نعمت ایسی ہے کہ جس کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے لہٰذا اللہ تعالی کی ذات سب سے زیادہ محبت کے لائق ہے :وَ الَّذينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۶۵)

اب نتیجہ یہ نکلا کہ جو کمالات کو زیادہ چاہتا ہوگا وہ اللہ کو زیادہ چاہتا ہوگا چونکہ اللہ تعالی کی ذات تمام کمالات کو جامع ہے اور جو اللہ کے احسانات کو لامتناہی اور بے مثل سمجھے گا وہ اللہ تعالی سے محبت بھی باقی لوگوں کی نسبت زیادہ کرے گا۔

قارئین محترم ! یہ آیت کا پہلا حصہ ہوا۔ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔۔

اب ہم سوال کریں گے کہ محبت امر قلبی و مخفی ہے کوئی محبت کو دیکھ تو نہیں سکتا ، کوئی محبت کو ناپ تول تو نہیں سکتا اب اگر کوئی دعوی کرے کہ میں سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتا ہوں تو اس کا دعوی بغیر دلیل کے قبول نہ ہوگا بلکہ اس کا امتحان ہوگا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ تابع ہوگا وہی اللہ سے حقیقت میں سب سے زیادہ محبت کرتا ہو گا لیکن قبل اس کے کہ ہم یہ دیکھیں کہ سب سے زیادہ تابع رسول کون ہے یہ دیکھنا چاہئے کہ اللہ نے اپنی محبت کا معیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کیوں قرار دیا ؟

ممکن ہے کہ یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ جو پوری رات سجدے میں ہو وہ مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے اور جو سب سے زیادہ تلاوت و عبادت کرتے وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے ، بہت سارے دیگر پیمانے اور میزان ممکن تھے مگر اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کو کیوں انتخاب کیا کہ مجھ سے حقیقت میں محبت وہی کرتا ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ تابع ہو۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میزان محبت قرار دینے کا فلسفہ ممکن ہے کہ یہ تین چیزیں ہوں۔

ایک تو یہ کہ جس طرح ہم نے بیان کیا تھا کہ اللہ کیوں لائق محبت ہے تو وہاں ہم نے ایک وجہ یہ قرار دی تھی کہ چونکہ ہر کمال کی انتہاء اللہ تعالی کی ذات اقدس ہے لہٰذا اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں کسی شاعر نے آپ کی شان میں یہ مصرعہ کہا تھا کہ بلغ العلی بکمالہ ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کمال کی وجہ سے بلندی کی ایسی جگہ کو پہنچے ہیں کہ جہاں کوئی نہیں پہنچا اور رسالت مآب کی ذات وہ ذات ہے کہ جس میں ہر کمال موجود تھا لہٰذا اس جہت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اہل ہیں کہ آپ کو اللہ تعالی کی محبت کشف کرنے کا معیار قرار دیا جائے ۔

دوسری بات کہ جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میزان بنایا گیا وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسطہ در فیض ہیں یعنی جس طرح فطرت کی آواز ہے کہ جو آپ پر احسان کرے اس سے محبت یقینی ہے لیکن اس ہستی سے بھی محبت کرو جو واسطہ بنا ہے احسان پہچانے میں مثلا کوئی بڑا آدمی یا دور رہنے والا آدامی کسی کو کہے کہ یہ ھدیہ جا کر فلاں شخص کو دینا تو جیسے ہی آپ وہ تحفہ اس مطلوبہ شخص تک پہنچائیں گے تو یہ تحفہ لینے والا شخص اس محسن حقیقی کا شکر گزار ہوگا اور اسی طرح آپ کا بھی شکر گزار ہوگا اور کہے گا کہ میرے بس میں نہیں تھا کہ اس بڑے آدمی تک پہنچ جاؤں لیکن آپ نے مہربانی فرمائی کہ یہ عظیم تحفہ مجھے تک پہنچایا۔ تمام چیزوں سے قطعِ نظر قرآن اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے انمول تحفہ ہے اللہ کی طرف سے۔ تو فطرت کا تقاضہ ہے کہ تحفہ دینے والے کے ساتھ ساتھ اس کے بھی شکر گزار رہیں کہ جس نے ہم تک یہ تحفہ پہنچایا لہٰذا اللہ محسن ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسطہ در احسان ہیں ۔

اللہ سے محبت کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کریں ۔

تیسری بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس قابل ہیں کہ ان کی اتباع کریں چونکہ اتباع ایسے شخص کی ممکن ہو سکتی ہے جو پوری زندگی ایک لحظہ بھی سیدھے راستے سے نہ ہٹا ہو اور وہ رسالت مآب کی ہی ذات مقدس ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ :

يس وَ الْقُرْءَانِ الحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

یٰس قرآن حکیم کی قسم آپ مرسلین میں سے ہیں بالکل سیدھے راستے پر ہیں۔

تو اللہ تعالی کی ذات نے بتلایا کہ میرا حبیب صراط مستقیم ہے پس ہر شخص اپنی ضدیت سے ہٹ جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صراط مستقیم مان کر ان کی اتباع کریں ۔

اب ہم اس بات کو دھراتے ہیں کہ جو پہلے ہم نے کہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا تابع کون ہے چونکہ جو سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابع ہوگا وہی سب سے زیادہ اللہ تعالی کی ذات سے محبت کرے گا اور اللہ تعالی کی محبت سب سے زیادہ اس کے پاس ہوگی جو سب سے زیادہ اللہ تعالی کا عارف ہوگا اس لحاظ سے ہم دیکھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نورانی فرمان نظر سے گزرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ : لایعرف اللہ الا اناو انت کہ اللہ تعالی کی معرفت سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے اور امیرالمؤمنین علیہ السلام کو۔

لہٰذا خارج کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ علی علیہ السلام نے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کی ہے چونکہ آپ علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ تابع تھے۔

علی علیہ السلام کی زندگی تو ویسے ہزاروں مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ علی علیہ السلام سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہیں ۔

علی علیہ السلام کا یہ فرمان ہے نہج البلاغہ میں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس طرح رہا کرتا تھا کہ جس طرح اونٹی کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز مجھے آداب سکھاتے کوئی شخص اس طرح کا دعوی نہیں کرسکتا یہ شرف فقط علی علیہ السلام کو ہی ملا ہے کہ اپنی آغازِ زندگی میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں مشغول رہے ۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات اور ان کے جوابات

ترتیب: شیخ مجتبی نجفی

سوال: کیا تقلید کے لئے مجتہد کی اجازت لازم ہے کہ وہ تقلید میں لے؟
جواب: اگر مجتہد تقلید کے لائق ہے اور فتاوی بھی دے رہا ہے تو اس صورت میں آپ اس کی تقلید کر سکتے ہیں اور اس میں اس کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: کیا نبی ﷺ نے بی بی زہراء سلام اللہ علیھا کو شادی پر جہیز دیا تھا اگر ہاں تو کیا کیا تھا؟
جواب: واضح رہے کہ عرب ممالک میں رسم ہے کہ دلہن کا حق مہر نکاح کے وقت ہونے والی بیوی کو مل جاتا ہے اور اس مہر سے رسوم ازدواج کے مطابق دلہن کی ضروریاتِ زندگی کی حسبِ طاقت چیزیں مہیا کی جاتی ہیں اور اس طریقے سے جناب زہراء سلام اللہ علیھا کی شادی ہوئی تھی۔ واللہ العالم

سوال: کسی کا گم شدہ سونا آپ کو مل جائے تو اس کا کیا حکم ہے جب کہ اس کے مالک کا علم نہ ہو۔ اگر اس کو بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لی جائے یا اس سے اپنی لئے کوئی چیز (انگوٹھی) بنوا لی جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟
جواب: مذکورہ صورت حال میں سونے کے مالک کو ایک سال تک تلاش کیا جائے اور اگر وہ نہ ملے تو حاکم شرعی (مجتہد) کی اجازت سے کسی شیعہ محتاج کو بخشا جائے اگر ایسا نہیں کیا گیا تو آپ اس کے ضامن ہیں اور سونے کی چیز کی ضمانت اس کے وزن کے اعتبار سے ہوگی۔ واللہ العالم

سوال: سلام علیکم میرے کام چلتے چلتے رک جاتے ہیں اور میں اس وقت ایک ایک پیسے کا بھی محتاج ہوں، پریشانی حد سے زیادہ ہو جاتی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں اب میں بہت پریشان ہوں۔ میں کیا کروں مجھ پر بہت ذمہ داریاں ہیں مجھے آپ سے امید ہے۔ برائے مہربانی مجھے بتائیں کہ کیا کروں؟
جواب: آپ ہمیشہ استغفار کیا کریں اور خصوصا ہر رات سونے سے پہلے ستر مرتبہ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ پابندی سے پڑھا جائے اور تین دن روزے کی منت مانیں جب آپ کو خداوندِ عالم اس مسئلے سے نجات دے دے۔ والسلام

سوال: اگر آپ کے پاس کسی کے ناجائز پیسے ہیں تو ان کو واپس کرنا ضروری ہے کیا اور آپ اس کو اس کے ہاتھ پر واپس بھی نہیں کر سکتے تو کس طرح سے آدمی اپنی ذمہ داری پوری کر سکتا ہے؟
جواب: کسی بھی طرح ان پیسوں کو اس کے مالک تک پہنچایا جائے اگر چہ آپ اس کے پاس مہمان کی صورت میں جائیں اور اس کے گھر میں کسی مناسب جگہ پر رکھ دیں یا اس کے اکاؤنٹ میں جمع کروائیں۔ واللہ العالم

سوال: میں احکامات شرعی کی بجاآوری میں آپکی تقلید کرتا ہوں۔ میں اپنے والد کے گھر میں رہتا ہوں جس کا ایک مخصوص حصہ میرے استعمال میں ہے لیکن زمین اور جائداد باقاعدہ میرے نام پر منتقل نہیں ہوئی ہے میرے استعمال والا حصہ اور باقی تمام گھر کا خمس ادا نہیں کیا گیا اس حوالے سے میرے چند سوالات ہیں۔
۱: میرا اور میری بیوی کا یہاں نماز پڑھنا کیسا ہے؟
۲: اگر میرے والد خمس ادا نہیں کرتے تو کیا ہم یہاں رہ سکتے ہیں؟
۳: اگر والدین کی مجبوری سے مجھے یہاں رہنا پڑے تو کیا مجھ پر خمس کی ادائیگی فرض ہوگی جب کہ جائداد میرے نام نہیں ہے؟
۴: اگر خمس کی ادائیگی مجھ پر واجب ہے تو کیا میں صرف اس مخصوص حصے کا خمس دوں گا جو میرے استعمال میں ہے؟
۵: اگر خمس دینا ہے اور خمس کی رقم زیادہ ہو کہ میں اسے اکٹھا نہ ادا کرسکوں تو اس صورت میں آپ حاکم شرعی کی حیثیت سے میرے لئے کیا حکم دیتے ہیں؟
جواب: مکان کا وہ حصہ جو آپ کے قبضے میں ہے اگر شرعی طور پر آپ کے والد محترم نے آپ کی ملکیت کر دیا تو آپ کو اس کا خمس ادا

کرنا ہوگا اور اگر آپ کی ملکیت میں نہیں دیا ہے تو آپ پر جب تک مالک نہ ہوں گے خمس دینا واجب نہیں ہے البتہ آپ اس میں رہ سکتے ہیں اگر آپ پر خمس واجب ہو جائے اور آپ یک مشت خمس نہ دے سکیں تو آپ قسط وار ادا کر سکتے ہیں۔واللہ العالم

سوال: کیا مسجد کی پرانی صفیں جلائی جا سکتی ہیں ؟
جواب: اگر اس مسجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں بھی استعمال کے قابل نہ ہوں تو جلائی جا سکتی ہیں ۔ واللہ العالم
سوال: میں آپ کی تقلید کرنا چاہتا ہوں مجھے طریقہ بتا دیں ؟
جواب: آپ دل سے یہ قصد کریں کہ آپ میرے فتوی پر عمل کریں گے تو اس طرح تقلید ہو جاتی ہے ۔ واللہ العالم

سوال: میں ہفتے میں پانچ دن روزی کے سلسلے میں دوسرے شہر ہوتا ہوں اور دو دن اپنے آبائی شہر آجاتا ہوں کیا میری نماز جب میں دوسرے شہر ہوتا ہوں قصر ہوگی یا پوری ، صرف ایک طرف کا سفر ۷۵ سے ۸۰ کلو میٹر ہے ؟
جواب: آپ اپنے گھر میں اور جہاں کام کرتے ہیں پوری نماز پڑھیں گے اور راستہ میں قصر نماز پڑھیں گے ۔ واللہ العالم

سوال : جس کسی بیٹی کو والد نے عاق کر دیا ہو کیونکہ اس نے غیر مسلم سے شادی کی اور ماں باپ کی نافرمانی کی اور اسلام کی توہین کی ہو پھر والد کی موت کے بعد وہ ایمان پر قائم ہو جائے اور اس کا خاوند بھی اسلام قبول کرے لیکن شادی اور بچوں کی پیدائش کے بعد ، تو پھر اس کے لئے کیا حکم ہوگا ۔ اس کے بہن بھائیوں کو اس کے ساتھ کیا رشتہ رکھنا چاہئے ؟ یہ جان کر کہ اس کی ماں کی وصیت تھی کہ میرے بعد اگر وہ اس آدمی کو نہ چھوڑے اور صحیح راہ پر واپس نہ آئے تو میری طرف سے بھی اس کو وراثت کا حصہ نہ دینا ۔ برائے مہربانی جواب دیں؟
جواب: اگر اس کا شوہر مسلمان ہو گیا ہے تو دوبارہ عقد پڑھے اور یہ لڑکی اپنے والدین کی شرعی طور پر وارث ہوگی ۔ واللہ العالم

سوال: میرا ایک دوست فلمیں بناتا ہے اسے ہر قسم کے پروگرام ریکارڈ کرنے پڑتے ہیں جس میں گانے وغیرہ بھی چل رہے ہوتے ہیں اور بعد میں فائنل فلم بنانے کے لئے وہ گانے سن کر اور کاٹ وغیرہ کر کے فلم مکمل کرتا ہے کیا یہ کاروبار صحیح ہے؟
جواب: گانا گانا، اس کو سننا اور اس کی تربیت دینا اور اس کی خصوصیات بتانا یہ سب کچھ حرام ہے۔ واللہ العالم

سوال: کیا قربانی میں شرکت جائز ہے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شرکت صرف گائے اور اونٹ میں ہو سکتی ہے.برائے مہربانی واضح کریں؟
جواب: بکرا یا دنبہ میں شرکت درست نہیں ہے اونٹ اور گائے میں

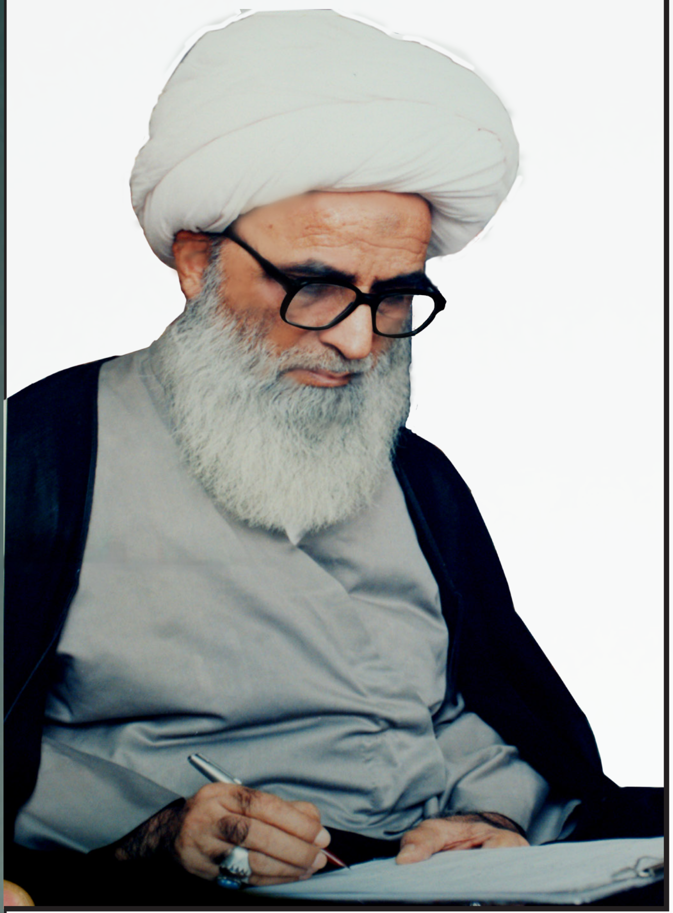

شرکت
ہو سکتی
ہے ۔ واللہ العالم

سوال: سننے میں آیا ہے کہ اگر کالی بلی سامنے سے گزر جائے تو استغفار پڑھی جائے اور منہ سے تھوک پھینکی جائے ، یا روایات میں اس کا ذکر ہے خصوصا تھوک کا پھینکنا؟
جواب: معتبر روایات سے یہ ثابت نہیں ہے اور ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: تقلید کن امور میں حرام ہے؟
جواب: اسلام کے بنیادی عقائد میں تقلید درست نہیں ہے ۔اس میں خدا کے وجود کا عقیدہ اور محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کو ماننا اور اسی طرح قیامت پر ایمان رکھنا اور خدا کے عادل ہونے پر ایمان رکھنا اور بارہ اماموں کی امامت پر ایمان رکھنا البتہ ہر انسان کی عقل کے مطابق اگرچہ مختصر سی دلیل ہو وہ کافی ہے ۔ واللہ العالم

سوال: جن بچوں کے رشتے نہ ہو رہے ہوں یا ان کے رشتوں میں عاڑ ہو تو اس کو حل کرنے کا کوئی قرآنی عمل بتائیں ؟
جواب: اگر کسی لڑکی کی شادی میں تاخیر ہو رہی ہو تو وہ خود اور اس کی والدہ سورہ فاطر کی آیت نمبر ۲۹ کی کثرت سے تلاوت کیا کریں ارو ہر شب دو رکعت نماز پڑھا کریں۔ واللہ الموفق

مرجع عالی قدر دام ظلہ الصدر ہسپتال میں

آیت اللہ العظمی سید سعید الحکیم دام ظلہ کی مرجع عالیقدر دام ظلہ کی عیادت

آیت اللہ العظمی شیخ اسحاق فیاض دام ظلہ کی مرجع عالیقدر دام ظلہ کی عیادت

مرجع عالی قدر کو عارضہ قلب لاحق ہوا جس کی وجہ سے انہیں نجف اشرف میں الصدر ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔

۱۵اپریل کی رات کو مرجع عالی قدر دام ظلہ کی طبیعت خراب ہوئی اور پھر مرجع عالی قدر کو نجف اشرف کے بہترین ہسپتال میں لے جایا گیا جہاں پر ڈاکٹروں کی محنت اور مؤمنین کی دعاؤں کی وجہ سے دل کا کامیاب آپریشن ہوا۔ مرجع عالی قدر دام ظلہ چار دن ہسپتال میں رہنے کے بعد گھر واپس آئے۔

جب واپس آئے تو اہل عراق اور عراق کے مختلف شہروں کے قبائل نے مرجع عالی قدر کا شاندار استقبال کیا۔

مراجع عظام، اساتذہ اور طلاب حوزہ نے بھی مرجع عالی قدر نے عیادت کی۔ اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ وہ مرجع عالی قدر دام ظلہ کو جلد شفاء عطا فرمائے۔

پاکستانی سفیر کی مرجع عالی قدر دام ظلہ اور ان کے فرزندِ ارجمند سے ملاقات

پاکستانی سفیر Mr.Shah M. Jamal نے مرجع عالی قدر دام ظلہ اور ان کے بیٹے شیخ علی سے نجف اشرف میں ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کی اس ملاقات میں شیخ علی نے پاکستانی سفیر سے کہا کہ معاشرے میں امن و امان کو قوام دینا اور معاشرے سے نفرت اور شدت پسندی کو ختم کرنا ضروری ہے۔ شیخ علی نے مزید بر آں یہ کہا کہ ہمیں اخلاق آل محمد کو اپنانا چاہئے کیونکہ حقیقی مکارم الاخلاق کا منبع اہلبیتؑ ہیں۔ شیخ علی نے مزید کہا کہ عراق اور پاکستان اقتصادی اور دہشت گردی کی مشکلات کا شکار ہیں لہٰذا ان دونوں حکومتوں کے درمیان مضبوط اور مستحکم تعلقات کو استوار کرنا ضروری ہے اور آخر پر شیخ علی نے اس نکتہ کو بھی بیان کیا کہ حکومت پاکستان کو چاہئے کہ وہ اپنے شہریوں کی بھرپور خدمت کریں تاکہ وہ اچھی زندگی گزار سکیں۔

آخر پر پاکستانی سفیر شاہ محمد جمال نے کہا کہ خدا عراق ،امت اسلامیہ اور مراجع عظام کو ہر شر سے محفوظ فرمائے۔

بھکر ،خوشاب ، سرگودھا ،بہاولپور ،ملتان ،جھنگ اور چکوال کے مؤمنین کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

صوبہ پنجاب کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے نجف اشرف میں ملاقات کی۔ اس ملاقات میں مرجع عالی قدر نے اس بات پر زور دیا کہ اولاد کو چاہئے کہ اپنے والدین کی قضا نمازوں کو ادا کریں اور نوجوانوں کو اس بات کی طرف بھی متوجہ کیا کہ وہ داڑھی رکھیں داڑھی کا رکھنا واجب ہے اور کم از کم اتنی مقدار میں رکھنا واجب ہے کہ کنگھی سے داڑھی کے بالوں کو حرکت آسکے اور خواتین کو اس عمل کی طرف توجہ دلائی کہ وہ ہمیشہ حجاب کی پابند رہیں ۔اس ملاقات میں زائرین کی طرف سے یہ سوال اٹھایا گیا کہ علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی جانا پڑے۔ اس حدیث میں کونسا علم مراد ہے تو مرجع عالی قدر نے فرمایا کہ علم دو قسم کے ہیں دینی اور دنیاوی۔ ہمارے معاشرے میں دونوں علموں کی ضرورت ہے۔ اس حدیث میں علم دنیاوی مراد ہے جبکہ دینی علم نجف اشرف میں آکر حاصل کریں۔

کراچی ، کوہاٹ اور سکھر کے مؤمنین کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

صوبہ سندھ اور صوبہ خیبر پختونخواہ سے آئے ہوئے مؤمنین نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے نجف اشرف میں ملاقات کی اس ملاقات کا مقصد مرجع عالی قدر دام ظلہ سے علمی استفادہ کرنا تھا۔ اس ملاقات میں زائرین نے مرجع عالی قدر سے دریافت کیا کہ ہماری معنویت میں اضافہ کیسے ہو سکتا ہے تو مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ آپ متقی بن جائیں اور روزانہ سونے سے پہلے اپنا محاسبہ کریں۔

اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے ریاکاری سے بچنے کے بارے میں وضاحت فرمائی کہ قیامت کے دن ریاکار سے کہا جائے گا کہ جس کو دکھانے کے لئے آپ نے عمل کیا اب اس سے اس عمل کی جزاء اور اجر طلب کرو اور فرمایا کہ اگر آپ اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں، یاد کریں تو آپ ریا سے بچ جائیں گے۔

زائرین نے مرجع عالی قدردام ظلہ سے سوال کیا کہ اگر کوئی آدمی کسی مؤمن اور مؤمنہ کا دل دکھاتا ہے اورمعافی مانگنے کہ باوجود وہ معاف نہیں کرتے تو کیا کریں تو مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ آپ اس سے معافی مانگنے اور راضی کرنے کی کوشش جاری رکھیں اور احتیاط کے طور پر اس کے لئے نیک اعمال بھی بجا لاتے رہیں۔